ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

جلد 23 شمارہ 02 اگست 2025ء - صفر المظفر 1447ھ

ماہنامہ التبلیغ راولپنڈی

جلد 23 شمارہ 02

اگست 2025ء - صفرالمظفر 1447ھ

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد ناصر — مولانا طارق محمود — [illegible]

فی شمارہ.................... 50 روپے

سالانہ .... 500 روپے

پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط و کتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 500 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

قانونی مشیر

محمد شرجیل جاوید چوہدری

ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

0323-5555686

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جا سکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ وچھرا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5702840

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

www.facebook.com/Idara Ghufran

www.idaraghufran.org

ترتیب وتحریر

صفحہ

آئینۂ احوال.....................غیرت کے نام پر قتل کی رسم............مفتی محمد رضوان 3

درسِ قرآن (سورہ نساء: قسط 1).........................نسلِ انسانی کی بنیاد اور رشتہ داروں
سے صلہ رحمی کا حکم...// // 8

درسِ حدیث..................حجاج بن یوسف (قسط: 1)..................// // 18

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

افادات وملفوظات...مفتی محمد رضوان 23

علم کے مینار: ....فقہ مالکی، منہج، تلامذہ،
کتب، مختصر تعارف (بتیسواں حصہ)....................................مفتی غلام بلال 26

تذکرۂ اولیاء: ....عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور
میں نئی ریاستی اصلاحات (قسط 10)....................................مولانا محمد ریحان 30

پیارے بچو!....................عزت کے قتل پر ایک کہانی.......................// // 33

بزمِ خواتین....زیب وزینت میں خواتین کے اختیارات (حصہ 11)....مفتی طلحہ مدثر 34

آپ کے دینی مسائل کا حل........................گناہ پر اعانت اور گناہ
کے سبب کی تحقیق (قسط: 1)..ادارہ 37

کیا آپ جانتے ہیں؟...''رسومِ افتاء واصولِ افتاء'' پر کلام (قسط 6)......مفتی محمد رضوان 46

عبـــرت کـده ....واقعہ موسیٰ وہارون سے عبرت
ونصیحت (آخری قسط: 116)..مولانا طارق محمود 54

طب وصحت....زبان (Tongue) کے افعال اور اس کے امراض...حکیم مفتی محمد ناصر 57

اخبارِ ادارہ . . . . ادارہ کے شب وروز...........................// // 59

www.idaraghufran.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال

مفتی محمد رضوان

غیرت کے نام پر قتل کی رسم

آج کل بہت سے مسلمانوں میں جہالت اپنے عروج کو پہنچی ہوئی ہے، جس کے نتیجہ میں اسلام کے مقدس عنوانات کو بھی اسلام کے خلاف کاموں اور رسموں میں استعمال کیا جانے لگا ہے، اور بعض علاقوں اور قبیلوں میں غیر اسلامی رسوم ورواج کو اسلام کی مزین تعبیرات کے عنوان سے استعمال کر کے، اس کو اسلام کے اہم حکم کی تعمیل کرنے سے تعبیر کیا جانے لگا ہے۔

چنانچہ بعض علاقوں اور قبیلوں میں رواج ہے کہ اگر کسی عورت پر نامحرم مرد سے کسی قسم کے تعلق کا الزام قائم ہوجائے، تو اس کو غیرت کے نام سے قتل کیا جاتا ہے، جبکہ شرعی اعتبار سے اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہوتا، شریعت کی طرف سے زناء، اور اس سے متعلق امور کی مکمل تفصیل طے کر دی گئی ہے، اور ہر جرم کی سزاء بھی اس کے مطابق مقرر کر دی گئی ہے، اور سزاء کے ثبوت اور اس کے نافذ کرنے کے اہلِ حل وعقد بھی متعین کر دیئے گئے ہیں، جن کی خلاف ورزی کر کے، غیرت، یا حیاء کے عنوان سے کوئی اقدام کرنا، غیر شرعی اور گناہ والا عمل کہلاتا ہے۔

بعض علاقوں اور قبیلوں میں اس سے بھی زیادہ سنگین رواج ہے، جس میں اگر کوئی عاقل بالغ عورت سرپرستوں کی رضامندی کے بغیر ہوش وحواس میں اپنا نکاح خود کر لے، تو اس عورت کو اور اس سے نکاح کرنے والے مرد کو غیرت کے نام پر قتل کر دیا جاتا ہے۔

کیونکہ اگرچہ اس طرح ولی کی رضامندی، اور اجازت کے بغیر نکاح کرنا، بعض فقہائے کرام، خاص طور پر امام ابوحنیفہ کے نزدیک درست ہوجاتا ہے، اور ہمارے یہاں قانونی طور پر بھی درست ہوجاتا ہے، اگرچہ ایسا کرنا مناسب نہیں۔

پس اس طرح غیرت کے نام پر قتل کا رواج سخت قبیح ترین گناہ ہے، اور اس طرح کے رواج اور رسم پر عمل کرنے والوں کے لیے شریعت کی طرف سے سزا تجویز کی گئی ہے۔

www.idaraghufran.org

اور افسوس کہ اس طرح کے سنگین گناہ ہمارے ملک کے بعض علاقوں میں رائج ہیں، جہاں ان کی اصلاح کرنے کی نہ وہاں کے مقتدر طبقہ کو ضرورت محسوس ہوتی، اور نہ ہی علماء و مبلغینِ اسلام کو فکر ہوتی۔

ایسی صورت میں ان سنگین گناہوں کے مرتکب لوگوں کے ساتھ وہاں کے وہ مقتدر اور اہلِ علم حضرات بھی گناہ گار ہیں، جو اس قسم کے سنگین گناہوں پر مشتمل رسم ورواج کے خلاف نہی عن المنکر کرنے پر قادر ہیں، اور وہ اپنی قدرت واستطاعت کے مطابق نہی عن المنکر کرنے میں کوتاہی کریں۔

اور قیامت کے دن ظلماً قتل ہونے والے افراد، بالخصوص خواتین کے سامنے وہ سب جواب دہ اور اپنی اپنی حیثیت کے مطابق سزاء کے مستحق قرار پائیں گے۔

اس قسم کے غیرت پر مبنی قتل کے واقعات کی احادیث میں سخت مذمت اور برائی بیان کردی گئی ہے، اور بتلا دیا گیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے طے شدہ احکام کے مقابلہ میں کسی بڑے سے بڑے غیرت مند انسان کے غیرت پر مبنی اقدامات کی کوئی گنجائش نہیں۔

چنانچہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ:لَوْ رَأَيْتُ رَجُلًا مَعَ امْرَأَتِي لَضَرَبْتُهُ بِالسَّيْفِ غَيْرَ مُصْفَحٍ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَتَعْجَبُوْنَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ، وَاللّٰهِ لَأَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ، وَاللّٰهُ أَغْيَرُ مِنِّيْ، وَمِنْ أَجْلِ غَيْرَةِ اللّٰهِ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ، وَلَا أَحَدَ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْعُذْرُ مِنَ اللّٰهِ، وَمِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ بَعَثَ الْمُبَشِّرِيْنَ وَالْمُنْذِرِيْنَ، وَلَا أَحَدَ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْمِدْحَةُ مِنَ اللّٰهِ، وَمِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ وَعَدَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ (صحيح البخاري،رقم الحديث ٧٤١٦، كتاب التوحيد، قول النبى صلى الله عليه وسلم لا شخص أغير من الله)

ترجمہ: سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات کہی کہ اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی

www.idaraghufran.org

آدمی کو دیکھوں، تو میں کسی انتظار کے بغیر اس کو تلوار سے قتل کر دوں گا، یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم سعد کی غیرت پر تعجب کرتے ہو؟ اللہ کی قسم میں سعد سے زیادہ غیرت مند ہوں، اور اللہ مجھ سے بھی زیادہ غیرت مند ہے، اور اللہ نے اپنی غیرت کی وجہ سے ظاہری و باطنی ہر قسم کے فواحش کو حرام قرار دیا ہے، اور اللہ کے مقابلہ میں کوئی بھی عذر کو سب سے زیادہ پسند نہیں کرتا، اور اسی وجہ سے اللہ نے خوش خبری سنانے اور ڈرانے والے نبیوں کو بھیجا ہے، اور کوئی بھی اللہ کے مقابلہ میں مدح کو زیادہ پسند کرنے والا نہیں، اور اسی وجہ سے اللہ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے (صحیح بخاری)

اور حضرت سعید بن سعد بن عبادہ سے روایت ہے کہ:

حَضَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْدُ بْنَ عُبَادَةَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنْ وَجَدْتُ عَلٰى بَطْنِ اِمْرَأَتِيْ رَجُلًا أَضْرِبُهُ بِسَيْفِيْ؟ قَالَ: أَيُّ بَيِّنَةٍ أَبْيَنُ مِنَ السَّيْفِ؟ قَالَ: ثُمَّ رَجَعَ عَنْ قَوْلِهٖ، فَقَالَ: كِتَابُ اللّٰهِ وَالشُّهَدَاءُ، قَالَ سَعْدٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَيُّ بَيِّنَةٍ أَبْيَنُ مِنَ السَّيْفِ؟ قَالَ: كِتَابُ اللّٰهِ وَالشُّهَدَاءُ، أَيَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ، هٰذَا سَيِّدُكُمْ اِسْتَفَزَّتْهُ الْغَيْرَةُ، حَتّٰى خَالَفَ كِتَابَ اللّٰهِ، قَالَ: فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ سَعْدًا غَيُوْرٌ، وَمَا طَلَّقَ اِمْرَأَةً قَطُّ قَدَرَ أَحَدٍ مِنَّا أَنْ يَّتَزَوَّجَهَا لِغَيْرَتِهٖ، قَالَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَعْدٌ غَيُوْرٌ، وَأَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ، وَاللّٰهُ أَغْيَرُ مِنِّيْ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۳، بقية حديث سعيد بن سعد بن عبادة) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سعد بن عبادہ حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اگر میں اپنی بیوی کے پیٹ پر ایک آدمی کو پاؤں، تو کیا میں اس کو اپنی تلوار سے قتل کر دوں، اور کہا کہ کونسی دلیل تلوار سے زیادہ واضح ہو سکتی ہے؟ پھر اپنے

[1] قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

قول سے رجوع کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی کتاب اور گواہ (تلوار سے زیادہ واضح دلیل) ہیں، حضرت سعد نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول تلوار سے زیادہ اور کونسی واضح دلیل ہوسکتی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی کتاب اور گواہ، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے انصار کی جماعت یہ سعد تمہارا سردار ہے، اس پر غیرت کا اتنا غلبہ ہوگیا (اور جوش چڑھ گیا) کہ اللہ کی کتاب کی بھی مخالفت پر اتر آئے، اس پر ایک آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! دراصل سعد بہت غیرت مند شخص ہیں، اور انہوں نے کبھی کسی طلاق یافتہ عورت سے ہم میں سے کسی کے برابر بھی اپنی غیرت کی وجہ سے نکاح نہیں کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سعد بہت غیرت مند ہیں، اور میں ان سے زیادہ غیرت مند ہوں، اور اللہ مجھ سے بھی زیادہ غیرت مند ہے (مسند احمد)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ: ’’وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ‘‘ قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ: لَوْ أَنِّيْ رَأَيْتُ مَعَ أَهْلِيْ رَجُلًا، أَنْتَظِرُ حَتّٰى أَجِيْءَ بِأَرْبَعَةٍ؟ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَعَمْ قَالَ: لَا وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، وَلَوْ رَأَيْتُهُ لَعَاجَلْتُهُ بِالسَّيْفِ، فَقَالَ: اُنْظُرُوْا يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ، مَا يَقُوْلُ سَيِّدُكُمْ، إِنَّ سَعْدًا لَغَيُوْرٌ، وَأَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ، وَاللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ أَغْيَرُ مِنِّيْ (المعجم الاوسط، للطبرانی، رقم الحديث ۲۷۹۷، باب الألف) [1]

ترجمہ: جب سورہ نور کی یہ آیت نازل ہوئی کہ:

’’وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ‘‘

’’اور وہ لوگ جو پاک دامن عورتوں کو تہمت لگائیں، پھر نہ لائیں وہ چار گواہ‘‘

تو سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی آدمی کو دیکھ

---

[1] قال الهيثمي: رواه الطبراني في الأوسط، ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۷۷۲۹، باب الغيرة)

www.idaraghufran.org

لوں، تو کیا میں چار گواہ لانے کا انتظار کروں گا؟ تو ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک، حضرت سعد نے کہا کہ نہیں، قسم ہے اس ذات کی، جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا کہ اگر میں اس (آدمی) کو (اپنی بیوی کے ساتھ) دیکھ لوں، تو میں اس کو جلدی سے تلوار کے ذریعہ قتل کردوں گا، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اے انصار! اپنے سردار کو دیکھ لو، کیا کہہ رہا ہے، بے شک سعد بہت غیرت مند ہے، لیکن میں ان سے زیادہ غیرت مند ہوں، اور اللہ عزوجل مجھ سے بھی زیادہ غیرت مند ہے (طبرانی)

جب اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مقابلہ میں کسی غیور صحابی کی بھی غیرت معتبر نہیں، تو آج کسی غیر صحابی غیرت مند کی غیرت کا کیونکر اعتبار ہوسکتا ہے۔

ملاحظہ فرمایئے کہ اللہ اور اس کے رسول اور قرآن مجید کے صاف حکم کے مطابق جب کوئی شوہر اپنی بیوی کو زنا جیسے سنگین گناہ میں مبتلاء پائے، لیکن وہ حاکمِ شرعی کے سامنے چار معتبر عینی گواہوں سے صریح زنا کو ثابت نہ کرسکے، تو بھی اس کے لئے غیرت کے عنوان سے بیوی کو قتل کرنا جائز نہیں، تو اس کے علاوہ غیرت کے عنوان سے قتل کی جو دوسری خلافِ شریعت رسمیں، معاشرہ میں رائج ہیں، ان کو کیسے جائز قرار دیا جاسکتا ہے۔

ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے یہاں ہر سال نہ جانے کتنے مسلمان بھائی اور بہنیں، غیرت کے نام پر نہایت ظالمانہ وسفاکانہ طریقہ پر قتل کردی جاتی ہیں، جن کا اس علاقہ وقبیلہ میں کوئی پرسانِ حال اور دادرسی کرنے والا نہیں ہوتا۔

ان حالات میں ضرورت ہے کہ ایسے علاقہ اور قبیلہ کے علماء وعمائدین، اس قسم کی رسموں کے خلافِ شریعت اور گناہ وظلم پر مبنی ہونے کی، حکمت ومصلحت کے ساتھ تبلیغ کریں، اور اہلِ حکومت ومقتدر طبقہ کے لوگ قانونی طور پر اس قسم کے رسموں کے مرتکب لوگوں کی گرفت کریں، اور ان کے سدِ باب کے لیے سخت قوانین مرتب کریں۔

اللہ تعالیٰ اس قسم کی جہالت پر مشتمل رسموں سے مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

www.idaraghufran.org

درسِ قرآن(سورہ نساء: قسط:01،آیت نمبر01)　مفتی محمد رضوان

نسلِ انسانی کی بنیاد اور رشتہ داروں سے صلہ رحمی کا حکم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا(سوره نساء رقم الآية ١)

ترجمہ: اے لوگو! ڈرو تم اپنے رب سے، جس نے پیدا کیا تمہیں ایک جان سے، اور پیدا کیا اس نے اسی جان سے اس کا جوڑا، اور پھیلایا اس نے ان دونوں سے بہت سے مردوں اور عورتوں کو، اور ڈرو تم اُس اللہ سے کہ سوال کرتے ہو تم ایک دوسرے سے اس کے ذریعہ، اور (ڈرو تم) رحموں (یعنی رشتہ داریوں) سے، بے شک اللہ ہے تم پر نگہبانی کرنے والا (سورہ نساء)

تفسیر وتشریح

سورہ نساء کے شروع میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخصوص انداز میں حقوق العباد سے متعلق چند اصولی احکام بیان کئے گئے ہیں، جن میں رشتہ داروں، بیویوں، یتیموں وغیرہ کے حقوق خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں، اور ان کی ادائیگی کے لئے تقوے، اور اللہ کے خوف کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جو تمام احکام کی ادائیگی کے لئے ایک زبردست قوت وتاثیر رکھتا ہے، اور تقوے کو اختیار کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے ''رب'' ہونے کی صفت کا ذکر فرمایا ہے، اور اس ضمن میں ایک جوڑے سے نسلِ انسانی کے وابستہ ہونے کو بتلا کر تمام انسانوں کی ذات پات کی اونچ نیچ کے فرق کو نظر انداز کرتے ہوئے انسانی اقدار کی اہمیت، اور جذبہ کو اجاگر کیا گیا ہے۔

چنانچہ سورہ نساء کی اس پہلی آیت میں لوگوں کو اپنے رب سے ڈرنے کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ

www.idaraghufran.org

رشتہ داروں کے تعلقات سے ڈرنے، یعنی ان کے ساتھ قطع رحمی سے بچنے کا اس طرح حکم فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ایک جاندار، یعنی آدم علیہ السلام سے پیدا کیا گیا ہے، اور اس ہی جاندار سے اس کا جوڑا، یعنی ان کی زوجہ کو پیدا کیا ہے، پھر ان ہی دونوں سے بہت سے مرد اور عورتوں کو پھیلایا، اور تم اس اللہ سے ڈرو، جس کے نام سے تم اپنے حقوق وغیرہ کا ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو، اور رشتہ داریوں کے تعلقات سے ڈرو، بلاشبہ اللہ تمہارے اوپر نگہبان ہے، اور اسے تمہارے سب اعمال کی ہمہ وقت خبر ہے۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَدْرِ النَّهَارِ، قَالَ: فَجَاءَهُ قَوْمٌ حُفَاةٌ عُرَاةٌ مُجْتَابِي النِّمَارِ أَوِ الْعَبَاءِ، مُتَقَلِّدِي السُّيُوفِ، عَامَّتُهُمْ مِنْ مُضَرَ، بَلْ كُلُّهُمْ مِنْ مُضَرَ فَتَمَعَّرَ وَجْهُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا رَأَى بِهِمْ مِنَ الْفَاقَةِ، فَدَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ، فَأَمَرَ بِلَالًا فَأَذَّنَ وَأَقَامَ، فَصَلَّى ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ، (إِنَّ اللهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا) (النساء :) وَالْآيَةَ الَّتِي فِي الْحَشْرِ :(اتَّقُوا اللهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللهَ)

تَصَدَّقَ رَجُلٌ مِنْ دِينَارِهِ، مِنْ دِرْهَمِهِ، مِنْ ثَوْبِهِ، مِنْ صَاعِ بُرِّهِ، مِنْ صَاعِ تَمْرِهِ -حَتَّى قَالَ -وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ قَالَ :فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ بِصُرَّةٍ كَادَتْ كَفُّهُ تَعْجِزُ عَنْهَا، بَلْ قَدْ عَجَزَتْ، قَالَ :ثُمَّ تَتَابَعَ النَّاسُ، حَتَّى رَأَيْتُ كَوْمَيْنِ مِنْ طَعَامٍ وَثِيَابٍ، حَتَّى رَأَيْتُ وَجْهَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَهَلَّلُ، كَأَنَّهُ مُذْهَبَةٌ(صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۰۱۷ "۶۹")

ترجمہ: ہم دن کے شروع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے، تو کچھ لوگ ننگے پاؤں، ننگے بدن، چمڑے کی عبائیں پہنے تلواروں کو لٹکائے ہوئے حاضر ہوئے،

www.idaraghufran.org

جن میں سے اکثر، بلکہ سارے کے سارے قبیلہ مضر کے افراد تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ، ان لوگوں کے فاقہ کو دیکھ کر متغیر ہوگیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لے گئے، پھر باہر تشریف لائے، اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان اور اقامت کا حکم دیا، پھر آپ نے نماز پڑھائی۔

اس کے بعد آپ نے خطبہ دیا، اور سورہ نساء کی یہ آیت تلاوت فرمائی کہ:

”یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَاءً وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَاءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا“

یعنی اے لوگو! ڈرو تم اپنے رب سے، جس نے پیدا کیا تمہیں ایک جان سے، اور پیدا کیا اس نے اسی جان سے اس کا جوڑا، اور پھیلایا اس نے ان دونوں سے بہت سے مردوں اور عورتوں کو، اور ڈرو تم اُس اللہ سے کہ سوال کرتے ہو تم ایک دوسرے سے اس کے ذریعہ، اور (ڈرو تم) رحموں (یعنی رشتہ داریوں) سے، بے شک اللہ ہے تم پر نگہبانی کرنے والا“

اور سورہ حشر کی یہ آیت تلاوت فرمائی کہ:

”یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ“

”یعنی اے وہ لوگو جو ایمان لائے، تم ڈرو اللہ سے، اور چاہیے کہ دیکھ لے ہر نفس اس کو جو اس نے آگے بھیجا کل (قیامت) کے لئے، اور ڈرو تم اللہ سے، بے شک اللہ خبر رکھنے والا ہے، ان چیزوں کی جو عمل کرتے ہو تم“

آدمی اپنے دینار اور درہم اور اپنے کپڑے اور گندم کے صاع سے اور کھجور کے صاع سے صدقہ کرتا ہے، یہاں تک کہ آپ نے فرمایا کہ اگرچہ کھجور کا ٹکڑا ہی ہو۔

پھر انصار میں سے ایک آدمی اتنی بھاری تھیلی لے کر آیا کہ اس کا ہاتھ اٹھانے سے عاجز

www.idaraghufran.org

ہورہا تھا، پھر دوسرے لوگوں نے اسی طرح صدقہ کرنا شروع کیا، یہاں تک کہ میں نے (صدقہ کے) دوڈھیر کپڑوں اور کھانے کے دیکھے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ، سونے کی طرح چمک گیا (صحیح مسلم)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿اِتَّقُوْا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَاءَ لُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ﴾قَالَ: إِنَّ الرَّحِمَ لَتُقْطَعُ، وَإِنَّ النِّعْمَةَ لَتُكْفَرُ، وَإِنَّ اللّٰهَ إِذَا قَارَبَ بَيْنَ الْقُلُوْبِ لَمْ يُزَحْزِحْهَا شَيْءٌ أَبَدًا ثُمَّ قَرَأَ ﴿لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا مَا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ﴾قَالَ: وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلرَّحِمُ شُجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ، وَإِنَّهَا تَجِيْءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَتَكَلَّمُ بِلِسَانٍ طَلْقٍ ذَلْقٍ فَمَنْ أَشَارَتْ إِلَيْهِ بِوَصْلٍ، وَصَلَهُ اللّٰهُ، وَمَنْ أَشَارَتْ إِلَيْهِ بِقَطْعٍ قَطَعَهُ اللّٰهُ (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۳۱۷۹. کتاب التفسير) [1]

ترجمہ: (سورہ نساء کی یہ آیت کہ)

وَاتَّقُوْا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَاءَ لُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ

’’اور ڈرو تم اُس اللہ سے کہ سوال کرتے ہو تم ایک دوسرے سے اس کے ذریعہ، اور (ڈرو تم) رحموں (یعنی رشتہ داریوں) سے‘‘

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے (اس آیت کے متعلق) فرمایا کہ رحم (ورشتہ داری) کو کاٹا جاتا ہے (یعنی قطع رحمی کی جاتی ہے) اور نعمت کی ناشکری کی جاتی ہے، اور بے شک اللہ دلوں کے درمیان جب قرب پیدا کردیتا ہے، تو اس کو کوئی چیز کبھی دور نہیں کرسکتی، پھر (حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے سورہ انفال کی) یہ آیت پڑھی کہ:

---

[1] قال الحاكم:

هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه بهذه السياقة.

و قال الذهبي في التلخيص:

على شرط البخاري ومسلم.

www.idaraghufran.org

لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ

’’اگر آپ زمین میں جو کچھ ہے، وہ سب خرچ کر دیں، تو آپ لوگوں کے دلوں کے درمیان الفت پیدا نہیں کر سکتے‘‘

پھر حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رحم (ورشتہ داری) رحمٰن کی شاخ ہے، اور وہ (رحم) قیامت کے دن آئے گا، اور بڑی تیز طرار زبان سے کلام کرے گا، پس جس کی طرف وہ صلہ رحمی کرنے کا اشارہ کر دے گا، تو اس کو اللہ (رحمت و جنت سے) ملا دے گا، اور جس کی طرف وہ قطع رحمی کرنے کا اشارہ کرے گا، تو اس کو اللہ (اپنی رحمت و جنت سے) سے کاٹ دے گا (حاکم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ " :عَلَّمَنَا خُطْبَةَ الْحَاجَةِ :الْحَمْدُ لِلَّهِ، نَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا ، مَنْ يَهْدِهِ اللهُ، فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ، فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، ثُمَّ يَقْرَأُ ثَلَاثَ آيَاتٍ :’’يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ‘‘،’’يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا‘‘،’’يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا‘‘ثُمَّ تَذْكُرُ حَاجَتَكَ (مسنداحمد، رقم الحديث ۳۷۲۰) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبۂ حاجت (یعنی کسی ضرورت وحاجت کے وقت کا خطبہ) اس طرح سکھایا (جس کا ترجمہ یہ ہے) کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ہیں، ہم اسی سے مدد مانگتے ہیں اور اسی سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور ہم اپنے نفس کے شر سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں، جس کو اللہ ہدایت دے، اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا، اور جس کو وہ گمراہ کرے، اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا، اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ محمد، اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، پھر مندرجہ ذیل تین آیات پڑھے:

”يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ“

(یعنی ”اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! ڈرو تم اللہ سے اس سے ڈرنے کے حق کے مطابق، اور ہرگز موت نہ آئے تم کو، مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو“)

”يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِى خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللهَ الَّذِى تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا“

(یعنی ”اے لوگو! ڈرو تم اپنے رب سے، جس نے پیدا کیا تمہیں ایک جان سے، اور پیدا کیا اس نے اسی جان سے اس کا جوڑا، اور پھیلایا اس نے ان دونوں سے بہت سے مردوں اور عورتوں کو، اور ڈرو تم اُس اللہ سے کہ سوال کرتے ہو تم ایک دوسرے سے اس کے ذریعہ، اور (ڈرو تم) رحموں (یعنی رشتہ داریوں) سے، بے شک اللہ ہے تم پر نگہبانی کرنے والا“)

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا“

(یعنی ”اے وہ لوگو! جو ایمان لائے، ڈرو تم اللہ سے، اور کہو تم درست بات، اصلاح کردے گا اللہ تمہارے اعمال کی، اور معاف فرمادے گا وہ تمہارے گناہوں کو، اور جو اطاعت کرتا ہے اللہ اور اس کے رسول کی، تو وہ کامیابی حاصل کرلیتا ہے عظیم کامیابی“)

اس کے بعد اپنی ضرورت (نکاح وغیرہ، جو بھی ہو) کا ذکر کرکے دعاء مانگے (مسند احمد)

ابوداود طیالسی کی روایت کے آخر میں حضرت شعبہ کی طرف سے یہ وضاحت بھی ہے کہ یہ خطبہ نکاح

www.idaraghufran.org

اوردوسری ہرضرورت وحاجت کے لئے ہے۔ [1]

سورہ نساء کی مذکورہ آیت میں رشتہ داریوں سے ڈرنے کا جوحکم دیا گیا ہے،اس سے مراد،رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنے اورقطع رحمی سے بچنے کی تاکید ہے۔

قرآن مجید کی دوسری کئی آیات میں بھی اس کی تاکید کی گئی ہے،اوراحادیث میں بھی اس کا بہت زیادہ حکم آیا ہے۔

سورہ رعد میں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ (سورة الرعد آيت ٢٥)

ترجمہ:اوروہ لوگ جوتوڑ دیتے ہیں،اللہ کےعہد کو،اس کومضبوط کرنے کے بعد،اورقطع کردیتے ہیں،ان (رشتوں) کوکہ حکم دیا اللہ نے یہ کہ جوڑا جائے،اورفساد کرتے ہیں وہ زمین میں،یہ ہے کہ ان کے لیےلعنت ہے،اوران کے لئے برا گھر ہے(سورہ رعد)

سورہ محمد میں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے کہ:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ.اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ (سورة محمد، رقم الآيات ٢٢،٢٣)

---

[1] حدثنا أبو داود قال :حدثنا شعبة، قال :حدثنا أبو إسحاق، قال :سمعت أبا عبيدة بن عبد الله، يحدث عن أبيه، قال:عَلَّمَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَةَ الْحَاجَةِ " :الْحَمْدُ لِلَّهِ أَوْ إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ نَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلُ فَلَا هَادِىَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ثُمَّ يَقْرَأُ الثَّلَاثَ الْآيَاتِ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ) (آل عمران) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ وَيَقْرَأُ (يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِى خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ) (النساء :) الْآيَةَ ثُمَّ يَقْرَأُ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ) (الأحزاب) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ "ثُمَّ تَتَكَلَّمُ بِحَاجَتِكَ، قَالَ شُعْبَةُ :قُلْتُ لِأَبِى إِسْحَاقَ هَذِهِ فِى خُطْبَةِ النِّكَاحِ أَوْ فِى غَيْرِهَا؟ قَالَ :فِى كُلِّ حَاجَةٍ(مسند ابى داود الطيالسى،رقم الحديث ٣٣٦،ما أسند عبد الله بن مسعود رضى الله عنه)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: پھر (اے منافقو!) تم لوگوں سے کیا بعید ہے کہ اگر حاکم ہو جاؤ تم، تو فساد کرنے لگو تم زمین میں، اور قطع رحمی کرنے لگو تم۔ یہی لوگ ہیں جن پر لعنت کی اللہ نے، اور ان کو (حق بات کے سننے سے) بہرا اور (راہ راست کے دیکھنے سے) ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا (سورہ محمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تَعَلَّمُوْا مِنْ أَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُوْنَ بِهٖ أَرْحَامَكُمْ، فَإِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ فِي الْأَهْلِ، مَثْرَاةٌ فِي الْمَالِ، مَنْسَأَةٌ فِي الْأَثَرِ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۱۹۷۹، ابواب البر و الصلة، باب ما جاء فی تعلیم النسب، مسند احمد، رقم الحدیث ۸۸۶۸) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے نسبوں (ورشتوں) کا علم حاصل کرو، تاکہ تم اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی (وحسنِ سلوک) کرسکو، کیونکہ بے شک صلہ رحمی (وحسنِ سلوک کا عمل) گھر والوں میں محبت، مال میں برکت، اور دیرپا زندگی (یعنی زندگی میں برکت) کا ذریعہ ہے (ترمذی، مسند احمد)

حضرت علاء بن خارجہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تَعَلَّمُوْا مِنْ أَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُوْنَ بِهٖ أَرْحَامَكُمْ، فَإِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ لِلْأَهْلِ، وَثَرَاءٌ لِلْمَالِ وَمَنْسَأَةٌ لِلْأَجَلِ (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۱۷۶) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے نسبوں (ورشتوں) کا علم حاصل کرو، تاکہ تم اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی (وحسنِ سلوک) کرسکو، کیونکہ بے شک صلہ رحمی

---

[1] قال الترمذی: هذا حديث غريب من هذا الوجه ومعنى قوله: منسأة فی الأثر يعنی زيادة فی العمر.
وقال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

[2] قال الهيثمی:
رواه الطبرانی فی الكبير، ورجاله موثقون (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۹۳۰، باب فی علم النسب)

www.idaraghufran.org

(یعنی رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنا) گھر والوں میں محبت، مال میں برکت، اور دیرینہ زندگی (یعنی زندگی میں برکت) کا ذریعہ ہے(طبرانی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ (صحيح البخاري،رقم الحديث ٥٦٧٣،كتاب الادب ،باب اكرام الضيف وخدمته اياه بنفسه)

ترجمہ: اور جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ (اپنے رشتہ داروں کے ساتھ) صلہ رحمی کرے(بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:إِنَّ الرَّحِمَ شَجْنَةٌ مِنُ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ اللّٰهُ مَنْ وَصَلَكِ وَصَلْتُهُ وَمَنْ قَطَعَكِ قَطَعْتُهُ (بخاري،رقم الحديث ٥٩٨٨، كتاب الادب، باب من وصل وصله الله)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رحم (و رشتہ داری) رحمٰن کی شاخ ہے، پس اللہ نے (اس رحم کو) فرمایا کہ جو تجھے جوڑے گا (یعنی رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرے گا) میں اس کو (اپنی رحمت و جنت سے) جوڑوں گا، اور جو تجھے کاٹے گا (یعنی رشتہ داروں سے قطع رحمی کرے گا) میں اس کو (اپنی رحمت و جنت سے) کاٹوں گا(بخاری)

مطلب یہ ہے کہ عربی میں رحم اور رحمٰن کا مادہ ایک ہی ہے، اور رحم، اللہ کی صفتِ رحمٰن سے تعلق رکھتا ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کی جائے، جس کے نتیجہ میں اللہ بھی بندے کے ساتھ رحمت و محبت اور قرب والا معاملہ فرماتا ہے، اور اس کی خلاف ورزی پر ناراضگی، دوری اور سزا والا معاملہ فرماتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُوْلُ مَنْ

وَصَلَنِیْ وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَنِیْ قَطَعَهُ اللّٰهُ (صحیح مسلم،رقم الحدیث ۲۶۸۳، کتاب البر والصلة والآداب،باب صلة الرحم وتحریم قطیعتها)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رحم (یعنی رشتہ داری) عرش کے ساتھ معلق (یعنی لٹکا ہوا) ہے، جو یہ کہتا ہے کہ جس نے مجھے جوڑا، اللہ اسے (اپنی رحمت وجنت کے ساتھ) جوڑے،اور جس نے مجھے کاٹا،اللہ اسے (اپنی رحمت وجنت سے) کاٹے (مسلم)

یعنی رحم ورشتہ داری کا عمل بندہ کے لئے اس کے طرزِ عمل کے مطابق دعاء،یا بددعاء کرتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: اَلرَّحِمُ شِجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ عَزَّ وَجَلَّ، تَجِيءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَقُوْلُ: يَا رَبِّ قُطِعْتُ، يَا رَبِّ ظُلِمْتُ، يَا رَبِّ أُسِيْءَ إِلَيَّ (مسند احمد، رقم الحديث ۷۹۳۱)[1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رحم، رحمٰن عزوجل کی شاخ ہے، وہ قیامت کے دن آئے گا،اور یہ کہے گا کہ اے میرے رب! مجھے کاٹا گیا تھا،اے میرے رب! مجھ پر ظلم کیا گیا تھا،اے میرے رب! میرے ساتھ برا سلوک کیا گیا تھا (مسنداحمد)

مطلب یہ ہے کہ جس نے رشتہ داروں سے قطع رحمی کی ہوگی، یا ان کے ساتھ ظلم کیا ہوگا، یا بُرا سلوک کیا ہوگا، تو قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں رحم اس کی شکایت کرے گا۔

صلہ رحمی سے متعلق اور بھی کئی احادیث موجود ہیں،جن کو ہم نے اپنی مستقل تالیف ''رشتہ داروں سے متعلق فضائل واحکام'' میں ذکر کردیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ رشتہ داروں سے حسنِ سلوک اور اچھا برتاؤ کرنے کی سخت تاکید ہے،جس کو ''صلہ رحمی'' کہا جاتا ہے،اور رشتہ داروں سے بدسلوکی اور برے برتاؤ پر سخت وعید ہے،جس کو ''قطع رحمی'' کہا جاتا ہے۔

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

مفتی محمد رضوان

درسِ حدیث

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

حجاج بن یوسف (قسط: 1)

شریک بن عبداللہ، عبداللہ بن عصم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ فِيْ ثَقِيْفَ مُبِيْرًا وَ كَذَّابًا (مسند احمد، رقم الحدیث ۴۷۹۰)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبیلہ ثقیف میں ''مبیر'' (سفاک وظالم قاتل)، اور کذاب (جھوٹا) ہوگا (مسند احمد)

اس حدیث کی سند اگرچہ فی نفسہ ضعیف ہے، کیونکہ اس کی سند میں شریک، اور عبداللہ بن عصم پائے جاتے ہیں، لیکن دوسری احادیث کے ساتھ مل کر صحیح شمار کی گئی ہے۔ [1]

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے، جس کے ضمن میں امام ترمذی نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

کہا جاتا ہے کہ ''کذاب'' سے مراد ''مختار بن ابی عبید'' ہے، اور ''مبیر'' سے مراد ''حجاج بن یوسف'' ہے۔ اور ہشام بن حسان کہتے ہیں کہ لوگوں نے حجاج بن یوسف کے قید کر کے قتل کئے ہوئے افراد کو شمار کیا، تو اس کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تک پہنچی۔ پھر امام ترمذی نے فرمایا کہ ''یہ حدیث حسن غریب ہے، جس کو ہم صرف شریک بن عبداللہ کی حدیث سے ہی پہچانتے ہیں''۔ انتھٰی۔ [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره، وهذا إسناد ضعيف لضعف شريک، وهو ابن عبد الله النخعي. وعبد الله بن عُصم: اختلف في اسم أبيه عصم أو عصمة (حاشيةمسند احمد)

[2] حدثنا علي بن حجر قال: حدثنا الفضل بن موسى، عن شريک بن عبد الله، عن عبد الله بن عصم، عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: في ثقيف كذاب ومبير: يقال: الكذاب المختار بن أبي عبيد، والمبير: الحجاج بن يوسف. حدثنا أبو داود سليمان بن سلم البلخي قال: أخبرنا النضر بن شميل، عن هشام بن حسان قال: أحصوا ما قتل الحجاج صبرا فبلغ مائة ألف وعشرين ألف قتيل: وفي الباب عن أسماء بنت أبي بكر حدثنا عبد الرحمن بن واقد قال: حدثنا شريک، نحوه بهذا الإسناد. وهذا حديث حسن غريب، لا نعرفه إلا من حديث شريک وشريک يقول: عبد الله بن عصم، وإسرائيل يقول: عبد الله بن عصمة (سنن الترمذی، رقم الحديث ۲۲۲۰، ابواب الفتن، باب ما جاء في ثقيف كذاب ومبير)

www.idaraghufran.org

امام ترمذی کا مطلب یہ ہے کہ حدیث میں جس کو''مبیر'' کہا گیا،اس سے مراد'''حجاج بن یوسف'' ہے،اوراس کے مقابلہ میں جس کو''کذاب'' کہا گیا،اس سے مراد''مختار ثقفی'' ہے۔

یہ مطلب نہیں کہ''حجاج بن یوسف کی صفت''مبیر'' کے ساتھ''کذاب''ہونا بھی نہ ہو،کیونکہ دوسری روایات میں ثقیف قبیلہ کے دونوں اشخاص کے کذاب ہونے، کے ساتھ،بعد والے کے''مبیر ،اور پہلے سے زیادہ شریروشدید ہونے کا بھی ذکرآیا ہے،اور بعد والے شخص سے''حجاج بن یوسف'' مراد ہے۔

پس اس مذکورہ حدیث،اور امام ترمذی کے قول کی وجہ سے جو بہت سے حضرات نے حجاج کے''کذاب'' ہونے کی نفی سمجھ لی، یہ راجح نہیں،حجاج بن یوسف کا اپنے بیس سالہ ظالمانہ دورِولایت میں طرح طرح،اوردین کے عنوان سے جھوٹ بولنا،اورجھوٹی تہمتیں عائد کرنا، بالکل واضح ہے۔

اور ایک لاکھ بیس ہزارلوگوں کوتو ''حجاج ثقفی'' نے قید کر کے قتل کیا،اور جن لوگوں کو جنگ کے میدان میں قتل کیا،وہ لوگ ان کے علاوہ ہیں۔ [1]

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کوبھی''حجاج بن یوسف ثقفی'' نے ظالمانہ طریقہ پرقتل کیا۔

اور''حجاج بن یوسف ثقفی'' نے حضرت سعید بن جبیر کو بھی ظالمانہ طریقہ پرقتل کیا،اسی وجہ سے اس کو''مبیر'' کہا گیا،جس کے معنیٰ''لوگوں کو اس طرح قتل کرنے کے ہیں کہ جس میں ان کا صفایا کردیا جائے،اورکسی اچھے،برے کی تمیز نہ کی جائے،اور یہ صفت اس امت میں خاص''حجاج'' کا مقدر بنی۔ [2]

جس کی مزید تفصیل آگے آتی ہے۔

اسود بن شیبان سے روایت ہے کہ:

---

[1] "والمبير :هو الحجاج بن يوسف"، لم يكن فى الإهلاک أحد مثله.

"قال هشام بن حسان :أحصوا - "بصيغة الماضى -من الإحصاء ؛ أى :عدوا "ما قتل الحجاج صبرا "؛ أى: حبسا، "فبلغ مئة ألف وعشرين ألفا "سوى من قتله محاربة(شرح المصابيح لابن الملک،ج٦،ص ٣٩١، كتاب الفتن،باب فى مناقب قريش وذكر القبائل)

[2] وكان يقال للحجاج بن يوسف :المُبِيرُ؛ لأنه أبار الناس؛ أى :أفناهم بالقتل(المنتخب من كلام العرب،لعلى بن الحسن الهُنائى الأزدى، الملقب بـ كراع النمل،ص ٧٥٥،باب من قال كلمة أو قيلت له)

www.idaraghufran.org

عَنْ أَبِي نَوْفَلٍ، رَأَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ عَلٰى عَقَبَةِ الْمَدِينَةِ، قَالَ: فَجَعَلَتْ قُرَيْشٌ تَمُرُّ عَلَيْهِ، وَالنَّاسُ حَتّٰى مَرَّ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، فَوَقَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ، أَبَا خُبَيْبٍ! اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَبَا خُبَيْبٍ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَبَا خُبَيْبٍ! أَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ كُنْتُ أَنْهَاكَ عَنْ هٰذَا، أَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ كُنْتُ أَنْهَاكَ عَنْ هٰذَا. أَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ كُنْتُ أَنْهَاكَ عَنْ هٰذَا. أَمَا وَاللّٰهِ إِنْ كُنْتَ، مَا عَلِمْتُ، صَوَّامًا، قَوَّامًا، وَصُوْلًا لِلرَّحِمِ، أَمَا وَاللّٰهِ لَأُمَّةٌ أَنْتَ أَشَرُّهَا لَأُمَّةٌ خَيْرٌ، ثُمَّ نَفَذَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ. فَبَلَغَ الْحَجَّاجَ مَوْقِفُ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَوْلُهٗ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ، فَأُنْزِلَ عَنْ جِذْعِهِ، فَأُلْقِيَ فِيْ قُبُوْرِ الْيَهُوْدِ.

ثُمَّ أَرْسَلَ إِلٰى أُمِّهٖ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِيْ بَكْرٍ، فَأَبَتْ أَنْ تَأْتِيَهٗ، فَأَعَادَ عَلَيْهَا الرَّسُوْلَ: لَتَأْتِيَنِّيْ أَوْ لَأَبْعَثَنَّ إِلَيْكِ مَنْ يَسْحَبُكِ بِقُرُوْنِكِ.

قَالَ: فَأَبَتْ وَقَالَتْ: وَاللّٰهِ لَا آتِيْكَ حَتّٰى تَبْعَثَ إِلَيَّ مَنْ يَّسْحَبُنِيْ بِقُرُوْنِيْ.

قَالَ: فَقَالَ: أَرُوْنِيْ سِبْتَيَّ فَأَخَذَ نَعْلَيْهِ، ثُمَّ انْطَلَقَ يَتَوَذَّفُ، حَتّٰى دَخَلَ عَلَيْهَا، فَقَالَ: كَيْفَ رَأَيْتِنِيْ صَنَعْتُ بِعَدُوِّ اللّٰهِ؟ قَالَتْ: رَأَيْتُكَ أَفْسَدْتَ عَلَيْهِ دُنْيَاهُ، وَأَفْسَدَ عَلَيْكَ آخِرَتَكَ، بَلَغَنِيْ أَنَّكَ تَقُوْلُ لَهٗ: يَا ابْنَ ذَاتِ النِّطَاقَيْنِ أَنَا، وَاللّٰهِ ذَاتُ النِّطَاقَيْنِ، أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكُنْتُ أَرْفَعُ بِهٖ طَعَامَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَطَعَامَ أَبِيْ بَكْرٍ مِنَ الدَّوَابِّ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَنِطَاقُ الْمَرْأَةِ الَّتِيْ لَا تَسْتَغْنِيْ عَنْهُ. أَمَا إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا، أَنَّ فِيْ ثَقِيْفٍ كَذَّابًا وَمُبِيْرًا فَأَمَّا الْكَذَّابُ فَرَأَيْنَاهُ، وَأَمَّا الْمُبِيْرُ فَلَا إِخَالُكَ إِلَّا إِيَّاهُ (صحیح مسلم ،رقم الحدیث ۲۵۴۵ "۲۲۹"، کتاب فضائل الصحابة رضی اللہ تعالٰی عنهم، باب ذکر کذاب ثقیف ومبیرها)

ترجمہ: حضرت ابونوفل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو مدینہ کی ایک گھاٹی پر (سولی لٹکتے ہوئے) دیکھا (جن کو حجاج ثقفی نے قتل کیا تھا) حضرت ابونوفل کہتے ہیں کہ قریشی اور دوسرے لوگ بھی اس طرف سے گزرتے تھے،

www.idaraghufran.org

یہاں تک کہ جب حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ اس طرف سے گزرے، تو وہاں پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے ابوخبیب! تجھ پر سلام ہو۔ اے ابوخبیب! تجھ پر سلام ہو۔ اے ابو خبیب! تجھ پر سلام ہو۔ یاد رکھو، اللہ کی قسم! میں آپ کو اس چیز سے (جس کے سبب یہ نوبت آئی) روکا کرتا تھا۔ یاد رکھو، اللہ کی قسم! میں آپ کو اس چیز سے روکا کرتا تھا۔ یاد رکھو، اللہ کی قسم! میں آپ کو اس چیز سے روکا کرتا تھا۔

بہرحال اللہ کی قسم! میرے علم میں آپ بہت روزے رکھنے، اور رات کو عبادت کرنے، اور بہت زیادہ صلہ رحمی کرنے والے تھے، اللہ کی قسم! ایسا گروہ جس میں (آپ کے دشمنوں کے بقول) آپ جیسا شریر ترین ہو، وہ تو بہترین گروہ ہے۔ [1]

پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ چلے گئے۔

پھر حجاج بن یوسف کو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے یہاں کھڑے ہونے اور ان کے کلام کی اطلاع پہنچی، تو حجاج بن یوسف نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی نعش اس گھاٹی سے اتروا کر یہود کے قبرستان میں ڈلوادی۔

پھر حجاج بن یوسف نے حضرت ابنِ زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت اسماء بنتِ ابی بکر رضی اللہ عنہا کو اپنے پاس بلانے کا پیغام بھیجا، تو حضرت اسماء بنتِ ابی بکر رضی اللہ عنہا نے آنے سے انکار کر دیا۔ حجاج نے دوبارہ بلوانے کے لئے بھیجا اور کہا کہ یا تو میرے پاس خود آجاؤ، ورنہ میں تیری طرف ایسے آدمی کو بھیجوں گا، جو تیرے بالوں کو کھینچتا ہوا تجھے میرے پاس لے آئے گا۔

(حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ) حضرت اسماء بنتِ ابی بکر رضی اللہ عنہا نے پھر حجاج کے پاس آنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں تیرے پاس نہیں

---

[1] والمعنى :إن أعداء ک يقولون عنک :إنک أكثر الأمة شرا، وحقيقتک أنک من أحسنها، فإذا كنت شرا كانت الأمة كلها خيرا .والمعنى ليس فاسدا على الرواية الأخرى، أى إذا كنت شرا فالأمة كلها شر وسوء ، لأنک من أحسنها (فتح المنعم شرح صحيح مسلم، ج۹، ص ۱۰۲، كتاب فضائل الصحابة ،باب ذكر كذاب ثقيف)

www.idaraghufran.org

آؤں گی، یہاں تک کہ تو میری طرف ایسے آدمی کو بھیجے، جو میرے بالوں سے کھینچ کر مجھے لائے۔راوی کہتے ہیں کہ بالآخر حجاج بن یوسف نے کہا کہ میری جوتیاں لاؤ! پھر وہ جوتیاں پہن کر اکڑتا ہوا (حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ) حضرت اسماء بنتِ ابکر رضی اللہ عنہا کے پاس داخل ہوا، اور کہا کہ کیا تو نے دیکھا ہے کہ میں نے اللہ کے دشمن کے ساتھ کیا کیا ہے؟

(حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ) حضرت اسماء بنتِ ابی بکر رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے تجھے اس حال میں دیکھا ہے کہ تو نے اس (میرے شہید بیٹے، عبداللہ بن زبیر) کی دنیا خراب کر دی ہے، اور اس (میرے شہید بیٹے، عبداللہ بن زبیر) نے تیری آخرت خراب کر دی ہے، مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تو نے اس (میرے شہید بیٹے) کو (طنزیہ انداز میں) دو کمر بندوں والی کا بیٹا کہا تھا؟ اللہ کی قسم میں دو کمر بندوں والی ہوں، ایک کمر بند سے تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا (ہجرت کے موقع پر) کھانا، باندھا تھا اور دوسرا کمر بند وہی ہے، جس سے کوئی عورت بے نیاز نہیں ہوتی۔

یاد رکھ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ حدیث بیان کی تھی کہ قبیلہ ثقیف میں کذاب، اور مبیر ہوگا۔ پس کذاب تو ہم نے دیکھ لیا، جہاں تک مبیر کا تعلق ہے، تو میں تجھے یہی گمان کرتی ہوں کہ تو وہی ہے (مسلم)

امام نووی نے فرمایا کہ علمائے اہلُ السنۃ کا اتفاق ہے کہ اس حدیث میں ''کذاب'' سے ''مختار بن ابی عبید ثقفی'' اور ''مبیر'' سے ''حجاج بن یوسف ثقفی'' مراد ہے۔ [1]

تاہم بعض صحیح احادیث میں دونوں کو کذاب کہا گیا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔ (جاری ہے......)

[1] وقولها فی الکذاب فرأیناه تعنی به المختار بن أبی عبید الثقفی کان شدید الکذب ومن أقبحه ادعی أن جبریل صلی الله علیه وسلم یأتیه واتفق العلماء علی أن المراد بالکذاب هنا المختار بن أبی عبید وبالمبیر الحجاج بن یوسف(شرح النووی علٰی مسلم، ج١٦ ص١٠٠، کتاب فضائل الصحابة رضی الله عنهم،باب فضل أهل عمان)

www.idaraghufran.org

مقالات ومضامین　　مفتی محمد رضوان

افادات وملفوظات

مسلمانوں کی بدنظمی اور انتشار کا نقصان

(28-شوال-1446ھ)

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں:

’’مسلمان اگر تباہ اور برباد نہ ہوں، تو اور کیا ہو اور اس تباہی اور بربادی کی وجہ زیادہ تر بدانتظامی ہے، جو دلیل ہے، بےفکری کی‘‘ (ملفوظات الافاضات الیومیۃ من الافادات القومیۃ جلد نمبر ۸ ص ۷۱، ملفوظ نمبر ۵۷)

اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی تباہی اور بربادی کی ایک بنیادی وجہ بدانتظامی ہے، اور چونکہ انتظام، اصولوں کے بغیر ممکن نہیں، اس لیے ضرورت ہے کہ مسلمان آپس میں منظّم ومتحد ہوں، لیکن مسلمان ایسا نہیں کرتے، جو بےفکری کی دلیل ہے، لہٰذا اس کے لیے فکر وتوجہ کی ضرورت ہے۔

ایک مقام پر حضرت موصوف فرماتے ہیں:

’’اگر ہم میں کوئی جماعت منظّم ہوتی، تو کچھ نتیجہ بھی نکلتا اور اس کام کو استقامت بھی ہوتی، اب ہر شخص اکیلا اکیلا کام کر رہا ہے، وہ کام تھوڑے دنوں چلتا ہے، پھر بند ہو جاتا ہے اور اس تنظیم نہ ہونے کی وجہ سے اور خرابیاں بھی پیش آ رہی ہیں، مثلاً ایک یہی کہ جب کوئی تنظیم نہیں، تو اصول بھی نہیں اور اصول نہ ہونے کی وجہ سے کام کرنے والا بھی کبھی حدود سے نکل جاتا ہے اور اس کے علاوہ اور بھی بہت خرابیاں واقع ہوتی ہیں اور ان سب کا انسداد صرف صحیح تنظیم سے ممکن ہے‘‘ (ملفوظات الافاضات الیومیۃ من الافادات القومیۃ جلد نمبر ۸ ص ۹۴، ملفوظ نمبر ۸۲)

معلوم ہوا کہ تنظیم اور اتحاد کے بغیر محنت اور کام نتیجہ خیز نہیں ہوتا، نیز اس کام میں استقامت اور ٹھہراؤ

www.idaraghufran.org

نہیں ہوتا، اور پھر کام منظّم نہ ہونے کا ایک نقصان یہ بھی سامنے آتا ہے کہ کام اصول کے تحت نہیں ہوتا، اور اصول نہ ہونے کی وجہ سے کام کرنے والا بھی حدود سے نکل جاتا ہے، اس کے علاوہ اور بھی کئی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔

ایک اور مقام پر حضرت موصوف فرماتے ہیں:

''اب جو اِن باتوں پر تنبیہ کرے، یا خاموش اور علیٰحدہ رہ کر خرافات کی شرکت سے اپنے دین وایمان کی حفاظت کرے، اُس پر لعن طعن سبّ وشتم کیا جاتا ہے، یہ سب خرابیاں امیر عادل نہ ہونے کی وجہ سے ہیں، اگر امیر عادل ہو، وہ اِن خرافات کا انسداد کرسکتا ہے، وہی حدود کی رعایت کراسکتا ہے، غرض اصل چیز رعایت ہے (شرعی) حدود کی، پھر اگر اس میں کامیابی نہ ہو، تو صبر کریں، اجی جان دینا تو مشکل نہیں، مگر یہ تو اطمینان ہو کہ اپنے مصرف پر گئی، جان بھی کمبخت دی اور خلجان مول لیا کہ جس کام کے لیے جان دی ہے، وہ دین ہے، یا نہیں'' (الافاضات الیومیۃ من الافادات القومیۃ ج۱ص۱۱۶، ملفوظ نمبر۱۱۶)

آج کل کے عوامی مظاہروں، ہڑتالوں، ریلیوں اور ملین مارچ وغیرہ جیسے جدید طریقوں میں اس کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کیا جاسکتا ہے، اوّلاً تو کوئی بڑا سر پر ہوتا ہی نہیں اور اگر ہوتا بھی ہے، تو اس کی کون سُنتا ہے، کیونکہ آج کل تو بڑے اور امیر برائے نام مقرر کیے جاتے ہیں، ان کی اطاعت واتباع مقصود نہیں ہوتی؛ بلکہ آج کل کے عام بڑوں کو بھی خود شرعی پابندیوں اور حَد بندیوں کا علم نہیں ہوتا، ایسے میں وہ بڑا کیا خاک پابندی کرائے گا؟

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے بعض احباب نے مسلمانوں کو کفار کے مقابلہ میں منظّم ومتحد ہوکر کام کرنے کے لیے ایک نظام بھی ترتیب وتشکیل دیا، جس پر حضرت کی تصدیق ہے، اور یہ مکمل نظام ''صیانۃ المسلمین عن خیانۃ غیر المسلمین'' کے نام سے شائع ہوا، اس رسالہ میں ہے:

یہ امر تجربہ سے ثابت ہے کہ اکثر افراد حفاظت کے، خصوص دوسروں کی مطلقاً حفاظت اور اپنی دنیا کی حفاظت کے افراد عادۃً موقوف ہیں؛ قوتِ اجتماعیہ اور اتفاقِ منظّم پر، اس لئے حفاظت کی ضرورت داعی ہوگی، اجتماع واتفاق وتنظیمِ مذکور کی طرف اور ہمارے

www.idaraghufran.org

بھائیوں میں یہ قریب قریب مفقود ہے۔

اسی لئے ہر مسلمان بجائے خود اپنے کو تنہا دیکھ کر اپنے ضعف سے پریشان ہے، ورنہ اہلِ باطل کے مقابلہ میں اہلِ حق کی پریشانی کا احتمال ہی نہیں ہوسکتا اور اگر کہیں برائے نام تنظیم ہے، تو اس سے محض اغراضِ دنیویہ مقصود ہیں، بلکہ اکثر تو دین کو ان اغراض میں مُخل سمجھ کر قصداً اُس سے اعراض کرتے ہیں'' (اشرف السوانح ج۳ص۲۱۲)

بزرگ بننا، آسان، اور انسان بننا مشکل ہے

(29-شوال-1446ھ)

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ، ایک مقام پر فرماتے ہیں:

میں تو کہا کرتا ہوں کہ اگر بزرگ بننا ہے، یا ولی بننا ہے، یا قطب اور غوث بننا ہے، تو کہیں اور جاؤ، اگر انسان بننا ہے، تو یہاں آؤ، اور یہ بھی کہا کرتا ہوں کہ بزرگ اور ولی، قطب اور غوث بننا تو آسان ہے، مگر انسان بننا مشکل ہے (ملفوظات ''الافاضات الیومیۃ من الافادات القومیۃ'' ج۴، ص۲۲۷، ملفوظ نمبر۲۹۹)

اور انسان بننے کے لئے آدابِ معاشرت ضروری ہے۔

چنانچہ ایک مقام پر حضرت موصوف فرماتے ہیں:

آدابِ معاشرت کو لوگوں نے دین کی فہرست ہی سے نکال دیا ہے، سمجھتے ہیں کہ نماز، روزہ، حج، زکاۃ، ذکر و شغل، تلاوتِ قرآن، نفلیں، ان چیزوں کے متعلق احکام ہیں، آگے جو کچھ چاہیں، کرتے پھریں۔......شریعت نے ہماری رفتار گفتار، نشست و برخاست، لین دین، کھانے پینے وغیرہ ہر چیز سے تعرض کیا ہے، اور ہر چیز کے متعلق قانون ہے، مگر اب تو یہ ہوگیا ہے کہ ہاتھ میں تسبیح لے لی، ٹخنوں سے اونچا، پاجامہ، اور گھٹنوں سے نیچا کرتہ، پہن لیا، اور اشراق و چاشت اور تہجد کی نفلیں پڑھ لیں، بس ہوگئے کامل (ملفوظات ''الافاضات الیومیۃ من الافادات القومیۃ'' ج۴، ص۱۸۵، ملفوظ نمبر۲۳۹)

www.idaraghufran.org

علم کے مینار (امت کے علماء وفقہاء: قسط54) مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

فقہ مالکی، منہج، تلامذہ، کتب، مختصر تعارف (بتیسواں حصہ)

تعارف:

گزشتہ اقساط میں فقہ مالکی کا مختصر تعارف ومنہج، امام مالک رحمہ اللہ کی مختصر سوانح حیات، شیوخ و اساتذہ اور چند کبار تلامذہ واصحاب کا ذکر کیا گیا، جن کا تعلق دوسری یا تیسری صدی ہجری سے تھا۔

جس کے بعد اُن مالکی اصحاب کا ذکر کیا گیا، جن کا تعلق چوتھی صدی ہجری کے بعد سے موجودہ زمانہ تک ہے، جو کہ جدید دور کے علماء واصحاب کہلاتے ہیں، یا جنہوں نے فقہ مالکی کو جدید خطوط پر استوار کرتے ہوئے، دیگر ممالک تک اس مسلک ومنہج کی نشر واشاعت کی، ان اصحاب کا تعلق لگ بھگ چوتھی صدی ہجری سے شروع ہوتا ہے۔

جن میں سے مشہور مالکی امام ''ابنِ عبدالبر قرطبی'' (متوفی:463ہجری) اوران کے بعد کے دیگر علماء جیسا کہ ''**علامہ ابنِ رشد قرطبی، قاضی عیاض مالکی، شیخ ابو الولید الباجی، ابوبکر ابن العربی، قاضی ابو بکر باقلانی، ابو الحسن اللخمی، ابنِ دقیق العید، ابو اسحاق الشاطبی**'' ودیگر مالکی علماء کا ذکر ماقبل میں گزر چکا ہے، ذیل میں مزید اصحابِ علم کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(15)......ابن فرحون المالکی

علامہ ابن فرحون مالکی، جو کہ 719ہجری کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، کا شمار ایک مالکی فقیہ، محدث، اور مشہور مؤرخ وقاضی کے طور پر ہوتا ہے، آپ کا پورا نام ''**برھان الدین ابراھیم بن علی بن محمد بن فرحون**'' ہے، جبکہ ''**ابنِ فرحون**'' کے لقب سے زیادہ جانے گئے، اور فقہ مالکی کے شیخ ومحدث ہونے کی نسبت سے ''**ابنِ فرحون المالکی**'' بھی

www.idaraghufran.org

کہلائے۔

آپ فقہ مالکی کے اصول وفروع میں مہارت رکھتے تھے اور مختلف علوم پر عبور رکھتے تھے۔

تعلیم وتربیت

آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں ولادت ہوئی، اورابتدائی تعلیم وتربیت بھی مدینہ میں ہی اپنے والد اور دیگر مشائخ مدینہ سے حاصل کی، چنانچہ تحصیلِ علم کی خاطر آپ صرف مدینہ تک ہی محدود نہ رہے، بلکہ مکہ مکرمہ، قاہرہ، بیت المقدس اور دمشق وغیرہ کے متعدد اسفار کیے۔

بعدازاں آپ نے مدینہ منورہ میں ہی رہ کر خدمات سرانجام دیں۔

قاضیِ مدینہ

آپ کی علمی قابلیت اور ذہانت عوام وخواص سب میں ہی مشہور تھی، علماء وفقہاء، عوام اور حکمرانوں سب کے نزدیک قابلِ احترام، قابلِ اعتماد اور مستند خیال کیے جاتے تھے، اسی وجہ سے منصبِ قضاء پرفائز ہوئے، اور بعدازاں ''قاضیِ مدینہ منورہ'' کے نام سے بھی مشہور ہوئے۔

چنانچہ مدینہ منورہ میں فقہ مالکی کی ترویج میں علامہ ابن فرحون مالکی ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں، کیونکہ فقہ مالکی کی متعدد کتب کے آپ خود مصنف ومؤلف تھے۔

تصانیف

علامہ ابن فرحون مالکی رحمہ اللہ کی دینی وعلمی خدمات میں ان کی تصانیف کو خاص مقام حاصل ہے، جن میں فقہ، تاریخ، سیرت اور قضاء جیسے موضوعات شامل ہیں۔

چنانچہ آپ کی سب سے مشہور اور مفصل کتاب ''الدیباج المذہب'' ہے، لیکن اس کے علاوہ بھی اور کئی اہم کتابیں تصنیف کیں، جن کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

(1)......الديباج المذهب في معرفة أعيان علماء المذهب:

یہ کتاب مالکی فقہاء وعلماء کی سوانح حیات، مکمل حالاتِ زندگی اور ان کے علمی کارناموں پر مشتمل ایک جامع انسائیکلوپیڈیا ہے، جس میں 800 سے زائد مالکی علماء کے حالات درج کیے گئے ہیں۔

علماء کی پیدائش، اساتذہ، علمی مقام، تعلیم وتربیت، تصنیف وتالیف اور وفات جیسے نکات کو سوانحی

www.idaraghufran.org

انداز میں پیش کیا گیا ہے، ہر فقیہ کے ساتھ اس کی فقہی آراء اور نظریات کا ذکر بھی موجود ہے، جس کی وجہ سے یہ کتاب مالکیہ کی سوانح حیات میں ایک بنیادی ماخذ مانی جاتی ہے، اور مالکی فقہ کی تاریخ جاننے کے لیے ایک مستند حوالہ ہے۔

(2)...... تبصرة الحكام:

کتاب کا موضوع ''فقہ القضاء'' یعنی قضاء وعدلیہ اور عدالتی نظام ہے، اور پورا نام ''**تبصرة الحكام في أصول الأقضية ومناهج الأحكام**'' ہے، جس میں آداب القاضی، شرائط، گواہوں کے اصول، شرائط، اور عدالتی نظام کے اصول، اور فقہی آراء کی بنیاد پر عملی عدالتی فیصلوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے، جو کہ مالکی فقہ کے عدالتی نظام اور اصولوں پر مشتمل ایک نادر و مفید ذریعہ ہے۔

چنانچہ منقول ہے کہ کئی ممالک کے اسلامی فقہی نظام میں اس کتاب سے استفادہ کیا گیا ہے، جس سے کتاب کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے، اور یہ کتاب آج بھی قاضیوں، مفتیوں اور اسلامی عدالتی نظام کے محققین کے لیے نہایت مفید ہے۔

ماقبل میں ذکر کردہ دونوں کتب ''**الديباجُ المذهب**'' اور ''**تبصرةُ الحكام**'' علامہ ابن فرحون مالکی کی تالیف کردہ کتب میں زیادہ مشہور ہیں، بلکہ آپ کی شہرت کی زیادہ وجہ بھی یہی دو کتب ہیں، جو کہ مطبوعہ شکل میں ہر دور میں بآسانی دستیاب رہی ہیں، لیکن ان دو کتب کے علاوہ متعدد دوسری کتب میں بھی آپ نے تالیف فرمائیں، جن میں ''**تسهيل المهمات، درة الغواص في محاضرة الخواص، طبقات علماء الغرب، ارشاد السالك الى أفعال المناسب**'' جیسی کتب شامل ہیں، اس کے علاوہ علامہ ابن فرحون مالکی کی طرف سے تالیف کردہ چند دیگر فتاویٰ، قضاء سے متعلق رسائل، اور سوانحی مسودات بھی مختلف مخطوطات کی شکل میں پائے جاتے ہیں، جن پر آج بھی تحقیق جاری ہے۔

چنانچہ آپکی تصانیف و کتب میں علمی گہرائی، فقہی بصیرت، اور عدالتی نظام پر گرفت نمایاں طور پر نظر آتی ہے، اور یہ کتب آج بھی فقہ مالکی کے محققین، اسلامی قانون کے طلبہ، اور اسلامی تاریخ کے شائقین کے لیے اہم مرجع ہیں۔

www.idaraghufran.org

وفات

علامہ ابن فرحون نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ مدینہ طیبہ میں گزارتے ہوئے، تدریس، افتاء، قضاء اور تصنیف وتالیف میں صرف کیا، ان کا شمار مدینہ کے جلیل القدر قاضیوں اور فقہاءِ مالکیہ کے ممتاز افراد میں ہوتا ہے۔

آپ عمر کے آخری ایام میں فالج میں مبتلاء ہوئے، جو کہ ان کے بائیں پہلو پر واقع ہوا، کافی ایام علیل رہے، ذوالحجہ 799ہجری (بمطابق 1397ء) میں مدینہ میں ہی انتقال ہوا، جنت البقیع میں تدفین میں کی گئی، جہاں دیگر جلیل القدر صحابہ، تابعین اور علماء مدفون ہیں۔ [1]

چنانچہ آپ کی وفات کے بعد اہلِ مدینہ نے ایک عظیم عالم اور مصنف کو کھو دیا، مدینہ میں علم وقضاء کے میدان میں جو خلاء پیدا ہوا، وہ طویل عرصے تک پُر نہ ہوسکا، لیکن آپ کے اصحاب وتلامذہ نے آپ کی علمی وراثت کو محفوظ رکھنے اور میں اہم کردار ادا کیا۔ [2]

---

[1] (البتہ بعض کتب میں قبر کا محل وقوع صراحت سے مذکور نہیں، مگر مدینہ میں تدفین پر سب سوانح نگاروں کا اتفاق ہے)

[2] ابن فرحون: هو إبراهيم بن علی بن أبی القاسم بن محمد بن فرحون .فقيه مالكی .ولد بالمدينة، ونشأ بها؛ وتفقه وولی قضائها .كان عالما بالفقه والأصول والفرائض وعلم القضاء.

من تصانيفه ((تسهيل المهمات فی شرح جامع الأمهات)) وهو شرح لمختصر ابن الحاجب، و ((تبصرة الحكام فی أصول الأقضية ومناهج الأحكام)) ؛ و ((الديباج المذهب فی أعيان المذهب)) (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ا ، ص ٣٣٢، تراجم الفقهاء، تحت الترجمة: ابن فرحون)

ابن فَرُحُون: إبراهيم بن علی بن محمد، ابن فرحون، برهان الدين اليعمری: عالم بحاث، ولد ونشأ ومات فی المدينة .وهو مغربی الأصل، نسبته إلی يعمر بن مالک، من عدنان .رحل إلی مصر والقدس والشام سنة 792هـ .وتولی القضاء بالمدينة سنة 793ثم أصيب بالفالج فی شقه الأيسر، فمات بعلته عن نحو 70عاما. وهو من شيوخ المالكية، له (الديباج المذهب – ط) فی تراجم أعيان المذهب المالكی، و (تبصرة الحكام فی أصول الأقضية ومناهج الأحكام – ط) و (درة الغواص فی محاضرة الخواص – خ) و (طبقات علماء الغرب – خ) و (تسهيل المهمات – خ) فی شرح جامع الأمهات لابن الحاجب، فقه (الاعلام للزركلی، ج ا ، ص ۵۲، تحت الترجمة: ابن فرحون)

إبراهيم بن علی بن محمد بن محمد بن أبی القاسم بن محمد بن فرحون اليعمری المالكی المدنی أبو الوفاء ولد بالمدينة ونشأ بها وسمع بها من الوادی آشی ومن الزبير بن علی الأسوانی والجمال المطری وتفرد عنه بسماعه منه تاريخ المدينة وغيرهم وتفقه وبرع وصنف وجمع وولی قضاء المدينة وألف كتابا نفيسا فی الأحكام وآخر فی طبقات المالكية ومات فی عشر الأضحی من ذی الحجة سنة 799عن نحو من السبعين (الدرر الكامنة فی أعيان المائة الثامنة، لابن حجر العسقلانی، ج ا ، ص ۵۲، رقم الترجمة: ۱۲۴)

www.idaraghufran.org

تذکرۂ اولیاء — حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (قسط104) — مولانا محمد ریحان

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں نئی ریاستی اصلاحات (قسط10)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ریاستی اصلاحات اسلامی تاریخ کا وہ روشن باب ہیں جو نہ صرف ان کے غیر معمولی تدبر اور فہمِ ریاست کے عکاس ہیں بلکہ انسانی تاریخ میں عادلانہ حکمرانی کا مثالی نمونہ بھی پیش کرتی ہیں۔ آپ نے جس حکمت و بصیرت سے نوپید اسلامی ریاست کی بنیادوں کو استحکام عطا کیا، وہ آج تک اہلِ دانش کو حیران کرتی ہیں۔ آپ کے دور میں بیت المال کا قیام ہوا، عدالتی نظام کو باقاعدہ شکل دی گئی، عمال و گورنروں کے انتخاب میں احتساب اور مشاورت کی سنت ڈالی گئی، فوجی دفاتر قائم ہوئے اور محکمہ دیوان کی بنیاد رکھی گئی۔ ہر اصلاح محض ایک انتظامی قدم نہیں تھی بلکہ عدل، شفافیت اور عوامی فلاح کے گہرے شعور سے عبارت تھی۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کا کارنامہ ہے کہ ایک صحرانشین قوم کو اس قدر منظّم اور مستحکم ریاست میں ڈھال دیا کہ جس کے نظم و نسق پر آج بھی دنیا انگشت بدنداں ہے۔ ان کی اصلاحات نے نہ صرف اسلامی خلافت کو وسعت دی بلکہ ایک ایسا نظام وضع کیا جو نسلوں کے لیے مینارۂ نور بن گیا۔

سنِ ہجری کی تقویم:

انسان جب شعور کی وادی میں قدم رکھتا ہے تو وقت کی روانی اور حوادثِ زمانہ کا احساس اس کے دل و دماغ کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ زندگی کے واقعات خواہ خوشی کے ہوں یا غم کے، وہ اسے کسی نہ کسی حوالے سے یاد رکھتا ہے۔ یہی شعور آگے چل کر سال، مہینے اور دن کے حساب کو جنم دیتا ہے۔ درحقیقت، وقت کے بہاؤ کو اعداد و شمار کے قالب میں ڈھالنا انسانی تمدن کا وہ عمل ہے جس نے تاریخ نگاری، تہذیبوں کی بقا اور نسلوں کے درمیان علمی تسلسل قائم رکھنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔

ازمنۂ قدیم سے ہی دنیا کی مختلف اقوام اور تہذیبوں نے وقت کے تعین کے لیے ایسے پیمانے وضع کیے جو ان کے لیے نہ صرف یادگار بلکہ شناخت کی علامت بھی بن گئے۔ کہیں کسی عظیم بادشاہ کی تخت

www.idaraghufran.org

نشینی کیلنڈر کا نقطۂ آغاز ٹھہری، تو کہیں کوئی قدرتی سانحہ زلزلہ، سیلاب یا قحط وقت کے تعین کا سنگِ میل بن گیا۔ کہیں جشن و میلے نے قوموں کو تاریخ کے دھارے سے جوڑ کر رکھا اور کہیں فتوحات و شکستوں نے سالوں کو پہچان عطا کی۔

یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں بکرمی سن راجہ بکرماجیت کی تخت نشینی کی یاد میں وجود میں آیا، اور دنیا کے دیگر حصوں میں بھی ایسے متعدد واقعات تاریخ کا حوالہ بنے۔ یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ سالوں کا تعین کوئی جدید تصور نہیں، بلکہ یہ انسان کی ابتدا کے ساتھ ہی وجود میں آ گیا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر نبی کی امت نے اپنے اپنے دور کے بڑے واقعات کو سن کے طور پر اپنایا۔

سب سے پہلا کیلنڈر حضرت آدم علیہ السلام کے زمین پر نزول سے منسوب تھا۔ بعد ازاں، حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں طوفانِ نوح ایک ایسا واقعہ تھا جسے سالوں کے حساب کے لیے بنیاد بنایا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیروکاروں نے ان کے آگ میں ڈالے جانے کے لمحے کو ایک سنگِ میل سمجھا، جبکہ حضرت یوسف علیہ السلام کے متبعین نے ان کے مصر میں وزارت سنبھالنے کو سالوں کا آغاز قرار دیا۔

اسی طرح بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فرعون کے چنگل سے نجات کے دن کو اپنا کیلنڈر بنایا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین نے ان کی ولادت کے سال سے اپنی تاریخ کا شمار شروع کیا۔ یہ سلسلہ ہر قوم اور تہذیب میں اپنے جغرافیائی اور سماجی حالات کے مطابق چلتا رہا۔

عربوں کی سرزمین پر بھی وقت کے تعین کے حوالے سے ایک مخصوص روایت موجود تھی۔ ابتدا میں تعمیرِ کعبہ کو بطور سن لیا گیا، مگر جلد ہی دیگر یادگار واقعات اور تاریخی شخصیات کے نام پر سالوں کا تعین ہونے لگا۔ عرب تاریخ میں ہمیں ایسے نام نظر آتے ہیں جو ہر سال کو کسی اہم واقعے کے ساتھ جوڑتے ہیں۔ کعب بن لوئی کی وفات، جنگِ بسوس، جنگِ داحس وغبراء، جنگِ ذی قار اور جنگِ فجار وغیرہ۔ ان سب واقعات نے عرب معاشرت کو اس زمانے میں ایک غیر رسمی مگر کارآمد کیلنڈر عطا کیا

(المنتظم، ابن الجوزی، الجزء الرابع، الصفحة 622، ثم دخلت سنة سبع عشرة)

www.idaraghufran.org

بعثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل عرب معاشرت میں باقاعدہ کیلنڈر کا تصور نا پید تھا۔ غیر عرب اقوام اگرچہ شمسی کیلنڈر استعمال کرتی تھیں، تاہم ان کے نظامِ تاریخ کی ترتیب اور تفصیل آج کے شمسی کیلنڈر سے مختلف تھی۔ عرب معاشرت بدوی اور سادہ تھی۔ وہ اپنی زندگی کے معمولات میں اتنی منظّم نہ تھی کہ حساب و کتاب کے لیے کسی باقاعدہ کیلنڈر کی ضرورت پڑتی۔ موسموں کی آمد و رفت، قافلوں کی روانگی اور کچھ اہم واقعات ہی ان کے لیے وقت کے تعین کے پیمانے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ دورِ جاہلیت میں مختلف سنوں کے حوالے ملتے ہیں جنہیں کسی مشہور واقعے کے ساتھ یاد رکھا جاتا تھا۔ مثلاً کسی سال کو"عام الفیل" کہا جاتا کیونکہ اس سال ابرہہ نے خانہ کعبہ پر حملہ کیا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد بھی اگرچہ کچھ اہم واقعات جیسے ہجرتِ مدینہ یا غزوات کے ذریعے سالوں کا حساب لگایا جاتا، لیکن تب بھی کوئی رسمی اور باقاعدہ کیلنڈر موجود نہ تھا۔ مسلمانوں کو اس وقت تک اس کی سخت ضرورت بھی محسوس نہیں ہوئی تھی کیونکہ ریاست مدینہ کا نظام ابتدائی مراحل میں تھا۔ تاہم خلافتِ فاروقی کا دور آتے ہی حالات یکسر بدل گئے۔ اسلامی ریاست کی سرحدیں تیزی سے پھیل رہی تھیں، مفتوحہ علاقوں کی وسعت اور عوام کی کثرت روز بروز بڑھتی جا رہی تھی، اور حکومتی نظام زیادہ مربوط و منظّم ہو رہا تھا۔

خزانے کے معاملات، لشکروں کی ترتیب، ٹیکس اور بیت المال کے حسابات کے لیے ایک ایسے کیلنڈر کی ضرورت شدت سے محسوس کی جانے لگی جو پورے عالمِ اسلام کے لیے یکساں ہو۔ یہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دور اندیشی اور اعلیٰ انتظامی صلاحیتیں بروئے کار آئیں۔ انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس جماعت سے مشورہ کیا جن کے دل و دماغ نبوت کی پاکیزہ تربیت سے منور تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تجویز دی کہ ہجرتِ نبوی کو کیلنڈر کا نقطۂ آغاز بنایا جائے کیونکہ یہ اسلام کی تاریخ کا سب سے اہم اور فیصلہ کن موڑ تھا۔ صحابہ کی متفقہ رائے سے ہجرت کے سال کو اسلامی کیلنڈر کا سنگِ بنیاد بنایا گیا اور اسے سنِ ہجری کا نام دیا گیا۔ یہی سنِ ہجری آج بھی پوری امتِ مسلمہ کی تاریخ اور تہذیبی شناخت کا روشن مینار ہے۔ ہر نیا ہلال جب آسمان پر طلوع ہوتا ہے تو مسلمان اپنی تاریخ کے اس عظیم لمحے کو یاد کرتے ہیں جب ہجرتِ مدینہ نے امت کو ایک نئی زندگی بخشی تھی (المنتظم، ابن الجوزی، الجزء الرابع، الصفحة 229، ثم دخلت سنة سبع عشرة)

www.idaraghufran.org

پیارے بچو!

مولانا محمد ریحان

عزت کے قتل پر ایک کہانی

گاؤں کے ایک چھوٹے سے گھر میں زینب اپنے والد اور تین بھائیوں کے ساتھ رہتی تھی۔ زینب نرم دل اور سمجھدار لڑکی تھی، جو ہمیشہ دوسروں کی مدد کرنے کا خواب دیکھتی۔ ایک دن گاؤں کے ایک لڑکے حارث سے اس نے اپنی پسند سے نکاح کرلیا۔ لیکن افسوس کہ یہ فیصلہ انہوں نے اپنے والد اور بھائیوں سے چھپ کر کیا۔ جب یہ بات گھر والوں کو پتہ چلی تو سب کے دلوں میں غصہ بھر گیا۔ بڑے بھائی کامران نے کہا، یہ ہمارے خاندان کی عزت کا سوال ہے! بہن نے ہم سے چھپ کر نکاح کرلیا؟ لوگ کیا کہیں گے؟ چھوٹے بھائی بلال نے بھی کہا، بھائی! اگر وہ نکاح کرنا ہی چاہتی تھی تو ہم سے بات تو کرتی۔ ہم بھی خوشی سے اس کی شادی کراتے۔ لیکن کامران کا غصہ کم نہ ہوا۔ بالآخر انہوں نے اپنی بہن کو عزت کی خاطر قتل کرڈالا۔ بعد میں والد صاحب نے کہا، بیٹے! قتل کرنا مسئلے کا حل نہیں۔ زینب نے نکاح کیا تھا۔ ہاں، اُس سے غلطی یہ ہوئی کہ ہم سے چھپ کر نکاح کیا۔ لیکن غلطی کا بدلہ جان سے نہیں لیا جاتا۔ ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ شادی میں والدین اور گھر والوں کی مرضی شامل ہونا چاہیے تاکہ محبت بھی قائم رہے اور عزت بھی۔ والد صاحب نے سخت لہجے میں کہا جب انہیں احساس ہوا یاد رکھو! عزت دوسروں کی جان لینے سے نہیں بچتی، بلکہ ان کی عزت کرنے سے بچتی ہے۔ کچھ دنوں بعد گاؤں کے بزرگ بابا رحمت نے بچوں کو جمع کیا اور کہا، بچو! یاد رکھو، شادی اور نکاح میں والدین کی دعائیں شامل ہوں تو زندگی خوشیوں سے بھر جاتی ہے۔ لیکن اگر کبھی کسی نے اپنی مرضی کا فیصلہ کیا ہو تو اسے عزت کے ساتھ سمجھایا جائے، نہ کہ غیرت کے نام پر ظلم کیا جائے۔ ایک بچے علی نے پوچھا، بابا! اگر زینب باجی نے گھر والوں سے بات کرلی ہوتی تو سب ٹھیک رہتا نا؟ بابا نے مسکرا کر کہا، ہاں بیٹا! لیکن سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہم کبھی بھی کسی کی جان لینے جیسے بڑے گناہ کا سوچیں بھی نہیں۔ سچی عزت دوسروں کی حفاظت کرنے میں ہے، نہ کہ انہیں ختم کرنے میں۔ سب بچوں نے ایک ساتھ کہا، ہم وعدہ کرتے ہیں کہ بڑے ہو کر کبھی غیرت کے نام پر ظلم نہیں کریں گے اور اپنے گھر والوں کی بات بھی مانیں گے۔

www.idaraghufran.org

بزمِ خواتین　(عورت کا تقدس اور حقوق نسواں کا فریب: قسط 93)　مفتی طلحہ مدثر

زیب وزینت میں خواتین کے اختیارات (حصہ: 11)

معزز خواتین! اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں اشرف المخلوقات بنا کر بھیجا اور اسے بے شمار نعمتوں سے نوازا، ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے سادگی اور اعتدال (یعنی نہ بہت زیادہ خرچ کرنا اور نہ بہت کم) کو اپنانے کا حکم دیا گیا ہے، اس کے برعکس اگر کوئی شخص بلاضرورت ہرچ کرے یا ضرورت سے زیادہ خرچ کرے تو اسے شریعت ناپسندیدہ قرار دیتی ہے، اور اسے اسراف کہا جاتا ہے، ہماری عام بول چال میں اسے عموماً فضول خرچی سے تعبیر کیا جاتا ہے، جس کی سب سے بدترین صورت ناجائز اور حرام کاموں میں خرچ کرنا ہے، اسی سلسلے میں مزید تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

بے جا اور فضول خرچی

آج کل ہمارے معاشرے میں خاص طور پر خواتین میں اسراف عام ہو چکا ہے، جو نہ صرف دین اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہے بلکہ بہت سے معاشی و معاشرتی مسائل کا بھی باعث بنتا ہے، اسی لیے شریعت میں اسے سخت ناپسند کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ (سورة اعراف، ۳۱)

ترجمہ: کھاؤ اور پیو، اور حد سے مت نکلو، بے شک اللہ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتا (اعراف)

اور اللہ تعالیٰ عباد الرحمٰن کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا (سورة الفرقان ٦٧)

ترجمہ: اور جو خرچ کرتے وقت نہ اسراف کرتے ہیں، اور نہ ہی کنجوسی، بلکہ ان دونوں کے درمیان معتدل طریقے سے خرچ کرتے ہیں (٦٧)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”کُلُوا وَاشْرَبُوا وَالبَسُوا وَتَصَدَّقُوا، فِی غَیْرِ إِسْرَافٍ وَلاَ مَخِیلَةٍ“(صحیح بخاری، کتاب اللباس)

ترجمہ: کھاؤاور پیواور پہنواور صدقہ کرو، بغیر فضول خرچی اور تکبر کے (بخاری)

مذکورہ آیات واحادیث سے معلوم ہوا، کہ اسراف اور فضول خرچی شریعت میں ناپسندیدہ ہے، جس سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔

اسراف ہر شخص کی حیثیت کے حساب سے ہے

اسراف کا اصل معنیٰ ہے حد سے تجاوز کرنا، لیکن زیادہ تر مال خرچ کرنے میں حد سے تجاوز کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے، جیسے ہر شخص کی مالی حیثیت دوسرے سے مختلف ہوتی ہے، ایسے ہی اسراف کی حد بھی ہر شخص کے لحاظ سے مختلف ہوگی، شریعت نے ایسی کوئی حد بندی یا پرسنٹ ایج نہیں بتائی جس پر یہ کہا جاسکے کہ اتنے فیصد سے زیادہ یا اتنی رقم سے زیادہ خرچ کرنا اسراف ہے، بلکہ یہ ہر شخص کے حساب سے مختلف ہے، کسی کے لیے گاڑی خریدنا ضرورت ہوگی، کسی کے لیے اسراف یہ ہر شخص کی مالی حیثیت اور ضرورت کو پیشِ نظر رکھ کر فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔

زیب وزینت میں اسراف

ویسے تو فضول خرچی صرف خواتین میں نہیں پائی جاتی مرد حضرات بھی اس سلسلے میں پیچھے نہیں ہیں، البتہ ان کی فضول خرچی کی نوعیت مختلف ہوتی ہے، مثلاً گھر، دفتر، گاڑی بائیک، ہوٹلنگ، موبائل وغیرہ میں زیادہ خرچ کرتے ہیں، عموماً شکل وصورت، پہننے اوڑھنے میں جس کا تعلق خوبصورت دکھنے سے ہو اس میں خواتین کے مقابلے میں کافی پیچھے ہیں، دیکھیں ایک ہے، قدرتی خوبصورتی اور ایک ہے مصنوعی خوبصورتی، پہلے پہل صرف مصنوعی خوبصورتی محدود وقت کے لیے خواتین حاصل کرنے کی کوشش کرتی تھیں، لیکن اب معاملہ یہاں پہنچ چکا ہے، کہ خواتین کو مصنوعی خوبصورتی اتنی پسند آگئی ہے، کہ اس وہ اس سے باہر نکلنا نہیں چاہتیں، خواہ اس کی وجہ سے انکی قدرتی خوبصورتی ختم ہی کیوں نہ ہوجائے، چنانچہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ مصنوعی کریمز اور پرڈوڈکٹس ان کی جلد اور قدرتی رنگ وروپ کے لیے مضر ہیں، وہ استعمال سے باز نہیں آتیں، آپ

www.idaraghufran.org

کسی ملک میں، کاسمیٹکس اور بیوٹی کریمز، سیلون پروڈکٹس پر خرچ ہونے والی رقم کا ڈیٹا چیک کرلیں، آپ کے ہوش اڑ جائیں گے، اس کے بعد لباس پر آجائیں، تو وہاں بھی یہی حالت ہے، ہر تقریب ہر چھوٹے بڑے فنکشن کے لیے نیا سوٹ درکار ہوتا ہے، لوگ کیا کہیں گے، دوبارہ وہی پہن لیا، اسی چکر میں اکثر اوقات ایک کپڑا صرف ایک ہی بار پہنا جاتا ہے، کپڑوں پر ہزاروں روپے خرچ کیے جاتے ہیں، جبکہ وہی رقم کسی ضرورت مند کی مدد میں بھی استعمال ہوسکتی ہے، فیشن کے نام پر ایسے لباس خریدے جاتے ہیں جو نہ تو سادہ ہوتے ہیں اور نہ ہی باحیا، پھر کچھ برانڈ کانشئس (Brand conscious) ہوتی ہیں، مشہور برانڈ صرف اس لیے خریدے جاتے ہیں، کیونکہ وہ معروف شخصیات کے استعمال میں ہیں، خواہ اسی معیار کی چیز بازار میں آدھی قیمت پر دستیاب ہو، ایک کپڑا یا بیگ جو 500 روپے میں مل سکتا ہے، اگر کسی برانڈ کا ہو تو وہی چیز 5000 روپے میں خریدی جاتی ہے، مقصد معیار سے زیادہ فخر اور دکھاوا ہوتا ہے، اسی کو اسٹیٹس سمجھا جاتا ہے، یہاں تک کہ انڈر گارمنٹس جس کا مقصد جسم کو سہولت اور آرام فراہم کرنا ہے، وہ آرام یا جسمانی سہولت کے بجائے صرف فیشن، رنگ، یا ڈیزائن کی بنیاد پر منتخب کیے جاتے ہیں، اس کا عملی فائدہ نہ ہونے کے باوجود اس پر ہزاروں روپے خرچ کیے جاتے ہیں، ابھی تو جیولری وغیرہ کا نمبر ہی نہیں آیا، تو عرض کرنے کا مقصد یہ ہے، کہ دیکھنے کو یہ چھوٹی سی بات ہے، کہ آپ نے 1000 کے بجائے 5000 خرچ کردیے، لیکن اس کا نتیجہ بہت گہرا اور دوررس ہے، آپس میں مقابلہ بازی، حسد، برتری کے جذبات، غرور، فخر، تکبر اور دکھاوا، فضول خرچی کے پیچھے یہ سب محرکات ہوتے ہیں، اب اس سے بچنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے، اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ہدایت پر عمل کرنا ہے، "**استفت نفسک**"، یعنی اپنے دل سے فتویٰ لے، جب بھی کوئی چیز خریدی جائے، اس میں ایک منٹ کو یہ سوچ لیا جائے، کہ مجھے اس کی ضرورت ہے؟، یہ چیز میرے لیے سہولت، راحت کا باعث ہے؟ اگر دنیا و آخرت کا کوئی فائدہ نظر آئے تو بھلے مہنگی ہو خرید لیں، ورنہ رک جائیں، اور خوش رہیں!۔

(جاری ہے............)

www.idaraghufran.org

آپ کے دینی مسائل کاحل　　ادارہ

گناہ پراعانت اور گناہ کے سبب کی تحقیق (قسط:1)

آ ج کل گناہ پراعانت اور گناہ کے سبب کا مسئلہ،اہلِ علم اوران کے واسطہ سے،عوام میں زیرِ بحث آ تا ہے،اور اس پرموجودہ دور میں مختلف مسائل کومتفرع کیا جا تا ہے،اوراس سلسلہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کی اصل حقیقت کی افہام وتفہیم میں چند علمی تسامحات کی اتباع کی جاتی ہے۔
اس موضوع پر مفتی محمد رضوان صاحب نے اپنی ایک مفصل علمی وتحقیقی تالیف کے ضمن میں بحث کی ہے،اس تالیف کے مخصوص حصہ کوذیل میں شائع کیا جارہا ہے(......ادارہ......)

امام محمد رحمہ اللہ(المتوفیٰ:189ھ)نے''الجامعُ الصغیر''میں فرمایا کہ:

رجل استأجر بيتا ليتخذ فيه بيت نار أو بيعة أو كنيسة أو يباع فيه الخمر بالسواد فلا بأس به وقال أبو يوسف ومحمد لا يكرى لشيء من ذلك(الجامع الصغيرمع النافع الكبير،ص ۵۳۴،مسائل متفرقة ليست لها أبواب)

ترجمہ: ایک آدمی نے گھراس لئے کرایہ پرلیا،تاکہ اس میں(کرایہ دار) آتش پرستوں،یایہودیوں،یاعیسائیوں کاعبادت خانہ بنائے گا،یااس میں گاؤں میں شراب کوفروخت کیاجائے گا،تو(امام ابوحنیفہ کےنزدیک)اس میں حرج نہیں،اورابویوسف اورمحمد کاقول یہ ہے کہ ان میں سے کسی کام کے لئے کرایہ پرنہیں دیا جائے گا(الجامع الصغیر)

مذکورہ عبارت میں امام ابوحنیفہ کےنزدیک ذمی،یاغیرمسلم کی قیدمذکورنہیں۔

اورامام محمد نے''کتابُ الاصل''میں فرمایا کہ ذمی(غیرمسلم)نے شراب فروخت کرنے کے لئے گھراجارہ وکرایہ پرلیا،اوراسی طرح ذمی نے مسلمان کو،یااس کے جانور،یاکشتی کوشراب اٹھانے کے لئے اجرت پرلیا،توامام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے،اوراس کی اجرت درست ہے،اوریہ امام ابوحنیفہ کےنزدیک ایساہی ہے،جیساکہ کسی شخص کے مردہ جانور،یانجاست کو

www.idaraghufran.org

اٹھانے پر اجرت لی جائے۔ [1]

اور غیر مسلموں کے مکلّف بالاصول، اور راجح قول کے مطابق مکلّف بالفروع ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ جس طرح کافر کے لئے اجارہ کا مذکورہ معاملہ جائز ہے، اسی طرح مسلمان کے لئے بھی جائز ہے، اور مسلمان کا اپنا گھر دوسرے کو کرایہ پر دینا، اور کسی کا مسلمان سے کرایہ پر لینا برابر ہے، کسی نے کرایہ پر دینے سے تعبیر کیا، اور کسی نے لینے سے تعبیر کیا۔

اور اس معاملہ کے جواز کی وجہ آگے آتی ہے کہ یہاں ''سببِ محض'' ہے، اور یہ معاملہ فی نفسہ مباح فعل پر واقع ہوا ہے، یعنی گھر کرایہ پر دینا، جو مذکورہ گناہوں کی علت نہیں۔

البتہ اگر معاملہ خود گناہ کی علت ہو، جیسا کہ کسی انسان کو قتل کرنے کے لئے کرایہ پر لینا، تو چونکہ وہ ''سببِ محض'' نہیں، بلکہ اس گناہ کی علت ہے، اور اسی عمل پر اس کی اجرت کا مدار ہے، اس لئے یہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز نہیں۔ [2]

یہی وجہ ہے کہ مذکورہ عبارات میں تو دوسرے کے کرایہ پر لینے کا ذکر ہے، اور بعض دوسری عبارات میں، کرایہ پر دینے کا ذکر ہے، اور جب دو اشخاص کے مابین کرایہ واجارہ کا معاملہ ہوتا ہے، تو اس معاملہ میں کرایہ پر لینے اور دینے والے دونوں ایک دوسرے کے ساتھ اس عمل میں شریک کہلاتے

---

[1] اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک یہ بیع باطل ہے، جائز نہیں، اور اس کی اجرت واجب نہیں، اور مردہ جانور، یا نجاست اٹھانے پر اجرت کا لینا، ان کے نزدیک بھی جائز ہے، کیونکہ مردہ جانور، اور نجاست کو اٹھانا، دوسرے جائز مقاصد، مثلاً پھینکنے کے لئے بھی ہوتا ہے، جبکہ شراب گناہ کے لئے ہی مستعمل ہوتی ہے۔

وإذا استأجر الرجل الذمي من المسلم بيتا ليبيع فيه الخمر فإن هذا باطل لا يجوز .وليس في شيء من هذا أجر قليل ولا كثير في قول أبي يوسف ومحمد،وكذلك رجل ذمي استأجر رجلا مسلما يحمل له خمرا فإن أبا يوسف ومحمدا قالا :لا يجوز ذلك، ولا أجر له .

وقال أبو حنيفة :هو جائز، وله الأجر.

وقال أبو حنيفة :هو مثل رجل حمل لرجل ميتة أو عذرة أو جيفة .وقال أبو يوسف ومحمد :لا يشبه هذا الميتة ولا الجيفة، إنما يحمل الميتة لتلقى أو ليماط أذاها، وأما الخمر إنما يحمل للشرب والمعصية. وكذلك الدابة في هذا يستأجرها الذمي من المسلم ليحمل عليها خمراً .وكذلك السفينة فهو مثل ذلك(كتاب الاصل،ج۴،ص۱۷ ،باب الإجارة الفاسدة وما لا يجوز منها)

[2] وكذلك الرجل يستأجر الرجل ليقتل له رجلاً أو ليشجه أو ليضربه ظلماً فإن ذلك لا يجوز، ولا أجر له .وكذلك كل إجارة وقعت من رجل إلى رجل في مظلمة فإن الإجارة في ذلك فاسدة، ولا أجر له(كتاب الأَصْل،ج۴،ص۱۸ ،باب الإجارة الفاسدة وما لا يجوز منها)

www.idaraghufran.org

ہیں، خواہ ایک ایجاب کرے، اور دوسرا، قولی، یا فعلی طور پر قبول کرے۔

چنانچہ درسِ نظامی کی کتاب ''ہدایہ'' میں ہے:

ومن أجر بيتا ليتخذ فيه بيت نار أو كنيسة أو بيعة أو يباع فيه الخمر بالسواد فلا بأس به "وهذا عند أبي حنيفة (الهداية، ج۴، ص۳۷۸، كتاب الكراهية،فصل في البيع)

ترجمہ: اور جس نے گھر کو کرایہ پر دیا، تاکہ اس میں آتش پرست خانہ بنایا جائے، یا یہودیوں، یا عیسائیوں کا عبادت خانہ بنایا جائے، گاؤں میں، تو اس میں حرج نہیں، اور یہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہے (ہدایہ)

اس عبارت میں امام ابوحنیفہ کے نزدیک مذکورہ کاموں کے لئے کرایہ پر دینے کے جواز کی صاف تصریح ہے۔

اور علامہ قاضی زادہ آفندی (المتوفیٰ: 988ھ) نے تو ہدایہ کی شرح ''تکملۃ فتح القدیر'' میں امام محمد کی عبارت کی تعبیر ہی اپنے گھر کو مذکورہ مقاصد کے لئے کرایہ پر دینے سے کی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

وقد صرح محمد -رحمه الله- في الجامع الصغير بأنه لا بأس عند أبي حنيفة أن تؤاجر بيتك ليتخذ فيه بيت نار أو كنيسة أو بيعة أو يباع الخمر فيه بالسواد(تكملة فتح القدير، ج۱۰، ص۶۰، كتاب الكراهية)

ترجمہ: اور امام محمد رحمہ اللہ نے ''الجامع الصغیر'' میں تصریح کی ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں کہ آپ اپنے گھر کو اس لئے کرایہ پر دیں، تاکہ اس میں آتش پرست خانہ بنایا جائے، یا یہودیوں، یا عیسائیوں کا عبادت خانہ بنایا جائے، یا اس میں شراب کو فروخت کیا جائے (فتح القدیر)

اس عبارت میں بھی مسلمان کو اپنا گھر مذکورہ کاموں کے لئے کرایہ پر دینے کے جواز کی تصریح ہے۔

فقہ کی دیگر کئی کتب میں بھی یہ مسائل اسی طرح مذکور ہیں، ساتھ ہی اس کے جواز کی علت بھی مذکور ہے کہ اجارہ دراصل گھر کی منفعت پر واقع ہوتا ہے، جو گناہ نہیں، اور گناہ فاعلِ مختار کے فعل کے ساتھ وابستہ ہے، اس لئے یہ حکم اصولی اعتبار سے اس صورت کو بھی شامل ہے، جب پہلے سے اس مقصد کا علم ہو، یا نہ ہو، اور دوسرے کی طرف سے تصریح ہو، یا نہ ہو، بہرصورت یہ معاملہ ''سببِ

www.idaraghufran.org

محض“ ہے، جس کی طرف اس دوسرے فاعلِ مختار کے مبحوث فیہ گناہ کے فعل کی نسبت درست نہیں، البتہ اس گناہ کے فعل کی تصریح گناہ ہے۔ [1]

یہی وجہ ہے کہ اس موقع پر دیگر مقاصد کے لئے گھر کرایہ پر لینے کے احکام کو بھی فقہائے کرام نے الگ الگ بیان کیا ہے، اگر رہائش کے لئے اجارہ پر لیا، پھر اس میں معصیت والا کام کیا، اس صورت کو فقہاء نے الگ سے بیان کیا ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کرایہ پر چیز لینے کے اغراض ومقاصد الگ الگ ہوتے ہیں، جن کا علم عام طور پر زبان سے تصریح کئے بغیر نہیں ہوتا، اور مقصد کی تعیین کے بغیر اجارہ کے اکثر معاملات وجود میں نہیں آتے، بلکہ بہت سے تو منعقد بھی نہیں ہوتے۔

اوران ہی الفاظ کے ساتھ فقہائے کرام نے اجارہ کے کئی دوسرے احکام بھی بیان کئے ہیں۔

چنانچہ امام محمد ”الجامع الصغیر“ میں ہی فرماتے ہیں:

استأجر غلاما ليخيط معه (الجامع الصغير مع النافع الكبير، ص۴۳۸، كتاب الاجارات، باب ما ينقض بعذر وما لا ينقض)

ترجمہ: غلام کو اجرت پر لیا، تاکہ وہ اس کے ساتھ سلائی کرے (الجامع الصغیر)

اورامام محمد اسی کتاب میں فرماتے ہیں:

إن استأجر رجلا ليحمل له طعاما (الجامع الصغير مع النافع الكبير، ص۴۰۴، كتاب الاجارات، باب الإجارة الفاسدة)

ترجمہ: کسی آدمی کو اجرت پر لیا، تاکہ وہ اس کے لئے کھانا اٹھائے (الجامع الصغیر)

نیز اسی کتاب میں فرماتے ہیں:

رجل استأجر أرضا ليزرع (الجامع الصغير مع النافع الكبير، ص۴۴۱، كتاب الاجارات، باب الإجارة الفاسدة)

ترجمہ: ایک آدمی نے زمین کو کھیتی کرنے کے لئے اجرت پر لیا (الجامع الصغیر)

---

[1] (ولا تكره إجارة بيت بالسواد) أي بالقرية (ليتخذ بيت نار أو كنيسة أو بيعة أو بياع) معطوف على قوله ليتخذ أي لبياع (فيه الخمر) عند الإمام؛ لأن الإجارة واردة على منفعة البيت ولا معصية فيه وإنما معصيته بفعل المستأجر وهو فعل الفاعل المختار فقطع نسبته منه (مجمع الانهر، ج۲، ص۵۲۹، كتاب الكراهية، فصل فى الكسب)

وكذا كل موضع تعلقت المعصية بفعل فاعل مختار كما إذا آجر منزله ليتخذه بيعة أو كنيسة أو بيت نار يطيب له (الفتاوى البزازية، ج۶، ص۵۰، كتاب الإجارات، الفصل العاشر فى الحظر والإباحة)

www.idaraghufran.org

اوراسی کتاب میں امام محمد فرماتے ہیں:

رجل استأجر أرضا ليزرعها (الجامع الصغیر مع النافع الکبیر،ص ۴۴۲،کتاب الاجارات،باب الإجارة الفاسدة)

ترجمہ:ایک آدمی نے زمین کواجرت پرلیا،تاکہ اس میں کھیتی کرے(الجامع الصغیر)

اس قسم کے مسائل میں بھی یہ قیدوشرط لگائی جانا درست نہیں ہوگا کہ یہ حکم اس صورت کے ساتھ خاص ہے،جب زبان سے مذکورہ مقاصد کی تصریح نہ کرے۔

اسی طرح مبحوث فیہا مسائل میں اس طرح کی قیود لگانا راجح نہ ہوگا،کیونکہ یہاں''لام''تعلیل کے لئے ہے،لیکن یہ مذکورہ گناہوں کی علت نہیں،کیونکہ درمیان میں فاعلِ مختار کے فعل کا تخلل موجود ہے،جیسا کہ آگے آتا ہے۔ [1]

اوربعض حضرات نے اس مسئلہ کی توجیہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ دراصل گرجا گھر کے لئے مکان کرایہ پر دینے کی مذکورہ صورت کی حیثیت یہ ہے کہ اس نے مکان کو اتنے عرصہ سکونت اورتحویل میں رکھنے کے لئے کرایہ پرلیا،اوریہ بھی کہا کہ وہ اس مکان میں فلاں گناہ''مثلاً اپنے مذہب کے مطابق عبادت''بھی کرے گا،تو یہ کرایہ داری کا معاملہ سکونت وتحویل پر منعقد ہوگا،اوراجرت بھی اسی کا عوض شمار ہوگی،اوراس گناہ کی تعیین نہ ہوگی۔

اورابوبکررازی کی طرف یہ بات منسوب ہے کہ انہوں نے گرجا گھر کے لئے مکان کرایہ پر دینے کے جواز کواس صورت پرمحمول کیا ہے،جب گناہ کی شرط نہ لگائی جائے،بلکہ شرط لگائے بغیر دوسرے طریقہ سے،یاغیرمشروط الفاظ سے معلوم ہوجائے کہ یہ اس میں فلاں گناہ کرے گا۔ [2]

لیکن ایک تو یہ قول ابوبکررازی کی طرف منسوب ہے،اگران سے ثابت ہو،تو یہ ان کا قول ہوگا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر کسی عقد میں اس طرح سے مشروط نہ ہو،جس کی وجہ سے اس کی تعیین

---

[1] (قوله لأزرعها) اللام للتعليل(رد المحتار على الدر المختار،ج۵،ص۲۸۳،کتاب العارية)

[2] قال أصحابنا :إذا استأجر الذمي بيتا في السواد ليتخذه صومعة أو كنيسة جاز.

وقال الشافعي :لا يجوز .والمسألة موضوعة على أنه إذا استأجرها شهرا للسكنى وليصلي الجماعة فيه فتكون الإجارة جائزة، لأن الصلاة لا تتعين. وكان أبو بكر الرازي يقول المسألة محمولة على أنه لم يشترط ذلك لكن علم من حاله أنه يفعل ذلك(التجريد للقدوري،ج۷،ص۳۶۹۲،کتاب الاجارة،مسألة:إجارة الدار لمن يتخذها كنيسة أو صومعة)

www.idaraghufran.org

وپابندی لازم ہوجاتی ہے،تو پھراس شرط کا بھی اعتبار نہ ہوگا،چہ جائیکہ جب کوئی لفظ شرط بھی نہ بن رہا ہو،کیونکہ ہرتصریح شرط کے درجہ میں معتبر نہیں کہلاتی ، بلکہ شرطِ فاسد،خود فاسد ہوکر اصل کے اعتبار سے اجارہ مشروع کہلاتا ہے،وہ الگ بات ہے کہ مسلمان کواس طرح کی شرط لگانا گناہ ہے۔ [1]

اور پھراس کامآل بھی وہی ہوگا،جو پہلے ذکر کیا گیا کہ اصل عقد مکان کے اس مدت تک دوسرے کی جائز تحویل میں رہنے پر ہوگا،اور وہ گناہ کے لئے متعین نہ ہوگا،گناہ ایک ضمنی درجہ کی چیز ہوگی۔

اور علامہ ابنِ تیمیہ نے ابوبکر رازی کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک گھر میں شراب فروخت کرنے کی شرط لگانے اور نہ لگانے میں کوئی فرق نہیں،دونوں صورتوں میں اجارہ صحیح ہے،کیونکہ اجرت بہرحال مکان کوسپرد کرنے سے واجب ہوجاتی ہے،خواہ کرایہ دار یہ کام کرے،یا نہ کرے،اورشرط لگائے بغیر بھی کرایہ دار کو یہ کام کرنے کا استحقاق ہوجاتا ہے،اس لئے ان چیزوں کا ذکر کرنا،نہ کرنا برابر ہے۔ [2]

اورغور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس قسم کے معاملات کا جواز اس علت پر مبنی ہے کہ یہ معاملہ اور معقود علیہ معصیت نہیں،اور نہ معصیت کا سبب ہے،باقی معصیت کی نیت،یا تصریح کا گناہ ہونا،الگ چیز ہے،جس کی وجہ سے امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ معاملہ نہ تو معصیت

---

[1] إن استأجر امرأة لتخبز مثلا، واشترط أن يطأها أيضا، فهذا الشرط فاسد.والمسألة فى الإجارة الفاسدة عندنا :أن الأجر فيها طيب، لكونها مشروعة بأصلها، وغير مشروعة بوصفها، فلا تكون باطلة من كل وجه . فالأجرة ههنا على الخبز، ولا خبث فيه، وإنما الخبث، لمعنى خارج، وليست الأجرة بدلا عنه، فتبقى طيبة لا محالة(فيض البارى على صحيح البخارى، ج٣، ص٤٩٧، كتاب البيوع،باب ثمن الكلب)

[2] وقال أبو حنيفة " :يجوز أن يؤجرها لذلك .قال أبو بكر الرازى :لا فرق عند أبى حنيفة بين أن يشترط أن يبيع فيه الخمر، وبين أن لا يشترط لكنه يعلم أنه يبيع فيه الخمر، أن الإجارة تصح ."ومأخذه فى ذلك أنه لا يستحق عليه بعقد الإجارة فعل هذه الأشياء ، وإن شرط؛ لأن له أن لا يبيع فيها الخمر ولا يتخذها كنيسة، وتستحق عليه الأجرة بالتسليم فى المدة، فإذا لم يستحق عليه فعل هذه الأشياء ، كان ذكرها وترك ذكرها سواء ، كما لو اكترى دارا لينام فيها أو يسكنها، فإن الأجرة تستحق عليه، وإن لم يفعل ذلك، وكذا يقول فيما إذا استأجر رجلا يحمل خمرا، أو ميتة، أو خنزيرا :أنه يصح؛ لأنه لا يتعين حمل الخمر، بل لو حمل عليه بدله عصيرا استحق الأجرة، فهذا التقييد عنده لغو، فهو بمنزلة الإجارة المطلقة، والمطلقة عنده جائزة، وإن غلب على ظنه أن المستأجر يعصى فيها، كما يجوز بيع العصير لمن يتخذه خمرا، ثم إنه كره بيع السلاح فى الفتنة، قال :لأن السلاح معمول للقتال لا يصلح لغيره(اقتضاء الصراط المستقيم لمخالفة أصحاب الجحيم، ج٢،ص٢٩، ٣٠،فصل فى اعياد الكفار،بيع الدار ونحوها للذمى وإجارتها له)

www.idaraghufran.org

بنتا، نہ معصیت کا سبب بنتا، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

شمس الائمہ سرخسی نے بھی امام ابوحنیفہ کے نزدیک ذمی کے مسلمان سے گھر کو شراب کی بیع وغیرہ کے لئے کرایہ پر لینے کے معاملہ کو جائز قرار دیا ہے، اور صاحبین کے نزدیک ناجائز کہا ہے۔

اورانہوں نے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اگر متعاقدین گناہ کی تصریح کریں، تو ایک دوسری وجہ سے گناہ ہے، کیونکہ جس چیز کی انہوں نے تصریح کی، وہ گناہ ہے۔ [1]

جس سے معلوم ہوا کہ گناہ کا زبان سے اظہار وتصریح کرنے سے یہ معاملہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ناجائز نہیں ہوگا، البتہ تصریح کا الگ سے گناہ ہوگا، کیونکہ تصریح کرنے کے بعد بھی امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کی حیثیت ''سببِ محض'' کی ہی باقی رہتی ہے، جو پہلے ''سببِ محض'' تھا، اس گناہ کی علت نہیں تھا، وہ اس تصریح کی وجہ سے اس گناہ کی ''علت'' نہیں بن جاتا۔

اور ''المبسوط لشمس الائمۃ'' میں ہے کہ:

لا بأس ببيع العصير، والعنب ممن يتخذه خمرا، وهو قول إبراهيم -رحمه الله-؛ لأنه لا فساد فى قصد البائع، فإن قصده التجارة بالتصرف فيما هو حلال لاكتساب الربح، وإنما المحرم قصد المشترى اتخاذ الخمر منه، وهو كبيع الجارية ممن لا يستبرئها، أو يأتيها فى غير المأتى، وكبيع الغلام ممن يصنع به ما لا يحل (المبسوط،لشمس الأئمة السرخسي، ج۲۴،ص۶،كتاب الاشربة)

ترجمہ: اور انگور، اور اس کے شیرہ کو ایسے شخص کو فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں، جو اس سے شراب کو بنائے، اور یہی ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا قول ہے، کیونکہ بیچنے والے کی نیت میں کوئی خرابی نہیں، کیونکہ اس کا مقصد ایسی چیز کا تصرف کرکے تجارت سے نفع حاصل کرنا ہے، جو حلال ہے، اور حرمت صرف خریدار کی نیت میں، اس سے شراب بنانے میں ہے، اور یہ مسئلہ اسی طرح ہے، جیسا کہ باندی کی ایسے شخص کے ہاتھ فروخت

---

[1] وإذا استأجر الذمى من المسلم بيتا ليبيع فيه الخمر لم يجز؛ لأنه معصية فلا ينعقد العقد عليه ولا أجر له عندهما، وعند أبى حنيفة -رحمه الله -يجوز.والشافعى -رحمه الله -يجوز هذا العقد؛ لأن العقد يرد على منفعة البيت ولا يتعين عليه بيع الخمر فيه فله أن يبيع فيه شيئا آخر يجوز العقد لهذا.

ولكنا نقول تصريحهما بالمقصود لا يجوز اعتبار معنى آخر فيه، وما صرحا به معصية (المبسوط،لشمس الائمة السرخسي، ج۱۶،ص۳۸،كتاب الاجارات،باب الإجارة الفاسدة)

www.idaraghufran.org

کی جائے، جواس کو پاک نہیں کرے گا، یا ناجائز مقام سے شہوت پوری کرے گا، یا غلام کو ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کیا جائے، جواس کے ساتھ غیر حلال کام کو کرے گا(المبسوط)

اور مذکورہ تالیف میں دوسرے مقام پر ہے:

ولا بأس ببيع العصير ممن يجعله خمرا؛ لأن العصير مشروب طاهر حلال، فيجوز بيعه، وأكل ثمنه، ولا فساد في قصد البائع إنما الفساد في قصد المشتري، ولا تزر وازرة وزر أخرى.

(ألا ترى) أن بيع الكرم ممن يتخذ الخمر من عينه جائز لا بأس به، وكذلك بيع الأرض ممن يغرس فيها كرما ليتخذ من عنبه الخمر، وهذا قول أبي حنيفة، وهو القياس، وكره ذلك أبو يوسف ومحمد رحمهما الله استحسانا(المبسوط،لشمس الأئمة السرخسي، ج۲۴،ص۲۶، کتاب الاشربة)

ترجمہ: اور انگور،اوراس کے شیرہ کوایسے شخص کوفروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں، جو اس کی شراب بنائے، کیونکہ انگور دراصل حلال مشروب ہے،جس کی بیع جائز ہے،اور اس کی قیمت کا استعمال بھی جائز ہے،اورفروخت کرنے والے کےارادہ میں کوئی خرابی نہیں،بس خرابی خریدار کے ارادہ میں ہے،اور(قرآن مجید میں مذکور ہے کہ) کوئی وزن اٹھانے والا،دوسرے کے وزن کونہیں اٹھائے گا۔

کیاتم نہیں دیکھتے کہ انگور کی بیل اس شخص کوفروخت کرنا جائز ہے، جواس کی عین سے شراب بنائے،اوراسی طرح سے زمین کا اس شخص کوفروخت کرنا بھی جائز ہے، جواس زمین میں انگور کے بیل کی کاشت کرے،تاکہ اس کے انگور سے شراب بنائے،اور یہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہے، جوکہ قیاس کے مطابق ہے،اوراس کوامام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ نے (قیاس کے مقابلہ میں) استحسان سے مکروہ قراردیاہے(المبسوط)

مذکورہ عبارات کا مطلب یہ ہے کہ شیرہ سے شراب بنانے والے کوشیرہ کا بیچنا جائز ہے،شیرہ ایک حلال مشروب ہے،اور یہ اس مشروب سے حلال تجارت کرنا چاہتا ہے،اگرچہ اسے معلوم ہو،یا خریدار بائع کے سامنے،اس مقصد کا اظہار کیوں نہ کرے،اورخریدتے وقت بھی اس کا ذکر کیوں نہ کرے کہ خریداراس سے شراب بنائے گا،لیکن بائع کواس کی وجہ سے گناہ نہیں ہوگا،اس کا حکم مباح

چیز کی تجارت والا قائم رہے گا، اور جس طرح خریدار کی تصریح کرنے کے عمل سے، بائع کے عمل میں فساد نہیں آئے گا، اسی طرح خریدار کی نیت اور شراب بنانے کے عمل سے بھی بائع کی نیت وعمل میں فساد نہیں آئے گا، ہر ایک اپنے عمل ونیت کا ذمہ دار ہوگا۔

یہ مطلب نہیں کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر فروخت کرنے والے کا قصد یہ ہو کہ خریدار اس سے شراب بنائے گا، تو یہ ''سببِ محض'' نہیں رہے گا، اور وہ اس کے بجائے علت بن جائے گا، اور فاعلِ مختار کے فعل کے تخلل کی حیثیت تبدیل ہوجائے گی۔ البتہ جس طرح پہلی صورت میں ''تصریح'' الگ سے گناہ وفاسد تھی، اسی طرح دوسری صورت میں نیت الگ سے گناہ وفاسد ہوگی، لیکن بہر صورت یہ تصریح ونیت کا فساد، اس معاملہ کے فساد کو مستلزم نہ ہوگا۔ دوسری کتب میں امام ابوحنیفہ کے نزدیک مذکورہ معاملہ کے جواز کی تعبیر اس طرح کی کی گئی ہے کہ یہاں گناہ معقود علیہ میں تغیر کے بغیر حاصل نہیں ہوتا، پس یہ ایسا ہی ہے، جیسا کہ شراب بنانے والے کو انگور کا پھل، یا انگور کی بیل فروخت کرنا۔

یہی وجہ ہے کہ خود شمس الائمہ سرخسی نے ''اصول'' میں ''سبب'' کی تعریف یہ کی ہے کہ ''سبب وہ ہے، جو کسی چیز کی طرف پہنچنے کا راستہ ہو'' اور انہوں نے اسباب کی چار قسمیں بیان کی ہیں، جن میں ایک قسم ''سببِ محض'' کہلاتی ہے۔ [1]

اور فرمایا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک سببِ محض وہ ہے، جو حکم تک پہنچنے کا راستہ تو ہو، لیکن اس کی طرف وجوب ووجود کے اعتبار سے حکم کی اضافت نہ کی جائے، بلکہ سبب اور حکم کے درمیان ایسی علت حائل ہو، جس کی طرف حکم کی اضافت ہو، اور مذکورہ علت کی اس سبب کی طرف اضافت نہ ہو۔ [2] (جاری ہے......)

---

[1] اعلم بأن أسباب الأحكام الشرعية أنواع أربعة سبب صورة لا معنى وهو يسمى سببا مجازا وسبب صورة ومعنى وهو يسمى سببا محضا وسبب فيه شبهة العلة وسبب هو بمعنى العلة.وقد بينا أن السبب ما هو طريق الوصول إلى الشىء (أصول السرخسى، ج ۲، ص ۳۰۴، فصل فى بيان تقسيم السبب)

[2] وأما السبب المحض وهو ما يكون طريقا للوصول إلى الحكم ولكن لا يضاف الحكم إليه وجوبا به ولا وجودا عنده بل تتخلل بين السبب والحكم العلة التى يضاف الحكم إليها وتلك العلة غير مضافة إلى السبب وذلك نحو حل قيد العبد فإنه طريق لوصول العبد إلى الإباق الذى هو متو مالية المولى فيه ولكن يتخلل بينه وبين الإباق الذى تتوى به المالية قصد وذهاب من العبد وهو غير مضاف إلى السبب السابق فيبقى حل القيد سببا محضا.وعلى هذا قلنا لو فتح باب الاصطبل فندت الدابة أو باب القفص فطار الطير لم يجب الضمان عليه لأن العلة قوة الدابة فى نفسها على الذهاب وقوة الطير على الطيران وهو غير مضاف إلى السبب الأول (أصول السرخسى، ج ۲، ص ۳۰۶، ۳۰۷، فصل فى بيان تقسيم السبب)

www.idaraghufran.org

کیا آپ جانتے ہیں؟ مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات،مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

’’رسومِ افتاء واصولِ افتاء‘‘ پر کلام (قسط:6)

پھر اگر کسی شخص نے پیش آمدہ مسئلہ سے متعلق عمل کرنے سے پہلے ایک سے زیادہ مفتیوں سے استفتاء کیا،اور سب کا جواب متفق ہوا،تو مستفتی اسی کے مطابق عمل کرے گا،لیکن اسی کے ساتھ اس کو کسی دوسرے مفتی سے بھی استفتاء کا استحقاق ہوگا۔

اور اگر جواب مختلف ہوا،تو اس میں اختلاف ہے،بعض حضرات نے اس مستفتی کو ان مفتیوں میں سے کسی پر بھی عمل کا اختیار حاصل ہونے کو ترجیح دی ہے،حنفیہ کے نزدیک یہی راجح ہے۔

اور بعض نے احتیاط والے قول پر عمل کو ترجیح دی ہے۔

اور بعض نے زیادہ علم والے کے فتوے پر عمل کو ترجیح دی ہے،اور اس کو جمہور کا قول تحریر کردیا ہے،حالانکہ یہ مالکیہ وبعض شافعیہ وحنابلہ کا،اور حنفیہ کے نزدیک مرجوح قول ہے،جبکہ حنفیہ،اور بعض شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک راجح یہ ہے کہ جس طرح استفتاء وسوال کرنے سے پہلے اعلم وافضل کی تحقیق کرنا،ضروری نہیں،اسی طرح بعد میں بھی ضروری نہیں،اور عوام کو ایسی چیز کا مکلّف کرنا کہ جس کو طے کرنا،ان کے لئے ممکن نہیں،یہ درست نہیں۔ [1]

---

[1] إذا علمت ذلک ظهر لک أن ما ذکر عن النسفي من وجوب اعتقاد أن مذهبه صواب يحتمل الخطأ مبني على أنه لا يجوز تقليد المفضول وأنه يلزمه التزام مذهبه وأن ذلک لا يتأتى فی العامی.وقد رأيت فی آخر فتاوی ابن حجر الفقهية التصريح ببعض ذلک فإنه سئل عن عبارة النسفی المذکورة، ثم حرر أن قول أئمة الشافعية کذلک، ثم قال إن ذلک مبنی على الضعيف من أنه يجب تقليد الأعلم دون غيره.

والأصح أنه يتخير فی تقليد أی شاء ولو مفضولا وإن اعتقده کذلک، وحينئذ فلا يمکن أن يقطع أو يظن أنه على الصواب، بل على المقلد أن يعتقد أن ما ذهب إليه إمامه يحتمل أنه الحق .قال ابن حجر :ثم رأيت المحقق ابن الهمام صرح بما يؤيده حيث قال فی شرح الهداية :إن أخذ العامی بما يقع فی قلبه أنه أصوب أولى، وعلى هذا استفتى مجتهدين فاختلفا عليه الأولى أن يأخذ بما يميل إليه قلبه منهما .وعندی أنه لو أخذ بقول الذی لا يميل إليه جاز؛ لأن ميله وعدمه سواء ، والواجب عليه تقليد مجتهد وقد فعل(رد المحتار على الدر المختار،ج ۱،ص ۴۸ ’’مقدمة‘‘)

www.idaraghufran.org

اور یہ بات ظاہر ہے کہ ائمہ مجتہدین ومتبوعین ''امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل وغیرہ'' کے علم وفضل کو قبولیت حاصل ہے، جن کے فتوے پرعمل پیرا ہونے کے لئے تحقیق ضروری نہیں، اسی لئے امام ابوحنیفہ نے اپنے مقابل حنبلی مفتی کے فتوے کو دلیلِ شرعی سمجھا۔ [1]

کمال الدین ابنِ ہمام حنفی (المتوفیٰ: 861ھ) درسِ نظامی کی کتاب ہدایہ کی شرح ''فتح القدیر'' میں فرماتے ہیں:

واعلم أن ما ذكر في القاضي ذكر في المفتي فلا يفتي إلا المجتهد، وقد استقر رأي الأصوليين على أن المفتي هو المجتهد، وأما غير المجتهد ممن يحفظ أقوال المجتهد فليس بمفت، والواجب عليه إذا سئل أن يذكر قول المجتهد كأبي حنيفة على جهة الحكاية، فعرف أن ما يكون في زماننا من فتوى الموجودين ليس بفتوى، بل هو نقل كلام المفتي ليأخذ به المستفتي.......

فلو كان حافظا للأقاويل المختلفة للمجتهدين ولا يعرف الحجة ولا قدرة له على الاجتهاد للترجيح لا يقطع بقول منها يفتي به، بل يحكيها للمستفتي فيختار المستفتي ما يقع في قلبه أنه الأصوب ذكره في بعض الجوامع .وعندي أنه لا يجب عليه حكاية كلها بل يكفيه أن يحكي قولا منها فإن المقلد له أن يقلد أي مجتهد شاء، فإذا ذكر أحدها فقلده حصل المقصود، نعم لا يقطع عليه فيقول جواب مسألتك كذا بل يقول قال أبو حنيفة حكم هذا كذا، نعم لو حكى الكل فالأخذ بما يقع في قلبه أنه الأصوب أولى.

والعامي لا عبرة بما يقع في قلبه من صواب الحكم وخطئه، وعلى هذا إذا استفتى

---

[1] وقد اختلف أصحابنا فيمن كان من أهل الاجتهاد، هل يجوز له تقليد من هو أعلم منه؟ فقال في كتاب الحدود -وذكر أبو الحسن أنه قول أبي حنيفة :-إن له تقليده، وإن له أن يعمل برأيه(الفصول في الأصول،۴،ص ۲۸۳،باب القول في تقليد المجتهد)

فإذ قد ثبت أن على العامي مسألة أهل العلم بذلك ، فليس يخلو إذا كان عليه ذلك من أن يكون له أن يسأل من شاء منهم ، أو أن يجتهد ، فيسأل أوثقهم في نفسه ، وأعلمهم عنده .

فقال بعض أهل العلم :له أن يسأل من شاء منهم ، من غير اجتهاد في أوثقهم في نفسه ، وأعلمهم عنده .

وقال آخرون :لا يجوز له الإقدام على مسألة من شاء منهم إلا بعد الاجتهاد منه في حالهم ، ثم يقلد أوثقهم لديه ، وأعلمهم عنده .فإن تساووا عنده ، أخذ بقول من شاء منهم (الفصول في الأصول،۴،ص ۲۸۴،باب القول في تقليد المجتهد)

www.idaraghufran.org

فقيهين: أعني مجتهدين فاختلفا عليه الأولى أن يأخذ بما يميل إليه قلبه منهما. وعندى أنه لو أخذ بقول الذى لا يميل إليه قلبه جاز لأن ميله وعدمه سواء، والواجب عليه تقليد مجتهد وقد فعل أصاب ذلك المجتهد أو أخطأ (فتح القدير، ج٧، ص ٢٥٦، كتاب ادب القاضى)

ترجمہ: یہ بات جان لینی چاہیے کہ جو کچھ قاضی کے بارے میں ذکر کیا گیا، وہی مفتی کے بارے میں بھی ہے، پس مجتہد ہی فتویٰ دے سکتا ہے، اور اصولیین کی رائے اس بات پر قائم ہو چکی ہے کہ مفتی، دراصل ''مجتہد'' ہی ہوتا ہے، جہاں تک غیر مجتہد کا تعلق ہے، جو مجتہد کے اقوال کو محفوظ کرے، تو وہ ''مفتی'' نہیں، اور ایسے غیر مجتہد سے جب سوال کیا جائے، تو اس پر یہ واجب ہے کہ وہ مجتہد کا قول حکایت کے طور پر ذکر کر دے، جیسا کہ امام ابوحنیفہ کا قول، پس یہ بات معلوم ہوگئی کہ موجودہ دور کے بہت سے ''فتاویٰ'' درحقیقت ''فتویٰ'' نہیں ہوتے، بلکہ وہ ''مفتی'' کے کلام کی نقل ہوتی ہے، تاکہ اس کو مستفتی (یعنی سوال کرنے والا) لے لے۔......

اور اگر اس کو مجتہدین کے مختلف اقوال یاد ہوں، اور اس کو دلیل کی پہچان نہ ہو، اور نہ ہی ترجیح کے اجتہاد پر قدرت ہو، تو پھر وہ ان میں سے کسی قول پر قطعیت کے ساتھ فتویٰ نہ دے، بلکہ مجتہدین کے اقوال مستفتی کے لیے نقل کر دے، پھر مستفتی ان میں سے اس قول کو اختیار کرلے، جس کا اصوَب (یعنی زیادہ صواب) ہونا اس کے دل میں واقع ہو، ''جوامع'' میں یہ بات مذکور ہے۔

لیکن میرے نزدیک اس کے ذمہ تمام مجتہدین کے اقوال نقل کرنا واجب نہیں، بلکہ مجتہدین میں سے کسی ایک کا قول نقل کرنا بھی کافی ہے، کیونکہ بلاشبہ مقلد کو، جس مجتہد کی چاہے، تقلید کرنا جائز ہے، پس جب یہ (قائل) مجتہدین میں سے کوئی ایک قول ذکر کردے، اور مستفتی اس قول کی تقلید کرلے، تو مقصود حاصل ہو جائے گا، لیکن قطعیت کے ساتھ یہ بات نہ کہے کہ تمہارے مسئلہ کا جواب اس طرح ہے، بلکہ یہ کہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے یہ حکم بیان فرمایا ہے، اسی طریقہ سے اگر تمام مجتہدین کے اقوال نقل

www.idaraghufran.org

کرے، تو بھی یہی کہے (کہ مثلاً امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل نے یہ فرمایا ہے) پس مستفتی کو ان میں سے اس قول کو اختیار کرنا، جس کا اصوَب (یعنی زیادہ صواب) ہونا، اس کے دل میں واقع ہو، یہ بہتر ہے، اور عامی کے دل میں جس حکم کا صواب اور خطاء ہونا واقع ہو، اس کا اعتبار نہیں ہوتا۔

اور اسی وجہ سے اگر کسی نے دو فقہاء، یعنی دو مجتہدین سے فتویٰ لیا، اور ان دونوں کا جواب مختلف ہوا، تو مستفتی کو بہتر یہ ہے کہ اس قول کو لے، جس کی طرف اس کا دل مائل ہو، اور میرے نزدیک اگر اس قول کو لے لیا، جس کی طرف اس کا دل مائل نہیں، تو بھی جائز ہے، کیونکہ اس کے دل کا میلان اور عدمِ میلان برابر ہے، اس کے ذمہ تو کسی بھی مجتہد کی تقلید کرنا واجب ہے، جو وہ کر چکا ہے، خواہ یہ مجتہد مصیب ہو، یا مخطی ہو (فتح القدیر)

مذکورہ عبارت سے اس بات کا جواب بھی ہو گیا، جو علامہ ابنِ عابدین شامی نے ''شرح عقود رسمُ المفتی'' میں فرمائی ہے کہ سائل اس لئے آتا ہے، تاکہ وہ مجیب سے اس امام کے مذہب کے مطابق فتویٰ حاصل کرے، اس لئے مستفتی کو اس مذہب کے مطابق فتویٰ دینا چاہیے۔ [1]

علامہ ابنِ ہمام نے جو بات فرمائی، یہی دیگر محققین نے فرمائی ہے، اس طرزِ عمل میں چونکہ جس امام و مجتہد کا جو قول ہوتا ہے، اس کی اسی کی طرف نسبت کی جاتی ہے، اس لئے مستفتی کو دھوکہ نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کے جائز ہونے پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔

جس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ علامہ ابنِ عابدین شامی نے ''شرح عقود رسمُ المفتی'' میں اس کے بعد قفال سے نقل کیا ہے کہ جب میں کسی دوسرے امام کے مطابق فتویٰ دیتا ہوں، تو مستفتی کو اس کی وضاحت کر دیتا ہوں۔ [2]

---

[1] السائل انما جاء یستفتیه عن مذهب الامام الذی قلده ذالک المفتی ، فعلیه أن یفتی بالمذهب الذی جاء المستفتی یستفتیه عنه(شرح عقود رسم المفتی،ص)

[2] نقلوا عن القفال من أئمة الشافعیة : أنه کان اذا جاء أحد یستفتیه عن بیع الصبرة یقول له : تسألنی عن مذهبی أو عن مذهب الشافعی ؟ وکذا نقلوا عنه أنه کان أحیانا یقول : لو اجتهدت فأدى اجتهادی الی مذهب أبی حنیفة ، فأقول : مذهب الشافعی کذا ، ولکنی أقول بمذهب أبی حنیفة ، لأنه جاء لیعلم ویستفتی عن مذهب الشافعی ، فلا بد أن أعرفه بأنی أفتی بغیره(شرح عقود رسم المفتی،ص)

www.idaraghufran.org

اور بعض شافعیہ کے اس طرح کے بعض دیگر اقوال کو علامہ قاسم ابنِ قطلو بغا،اور ان کی اتباع میں بعض دوسرے حنفیہ نے بھی نقل کیا ہے،ان اقوال سے یہ سمجھا گیا کہ مستفتی کو اعلم اور مخصوص شخص سے استفتاء کی پابندی لازم ہوتی ہے،جبکہ مذکورہ شافعیہ کے یہ اقوال محققینِ حنفیہ اور جمہور کے نزدیک راجح نہیں۔ [1]

پس بات واضح ہوگئی کہ محققینِ حنفیہ کے نزدیک مستفتی کے لئے جب اس قول کی نسبت واضح کردی جائے،تو پھر ممانعت نہیں ہوتی، بلکہ صحیح طریقہ بھی یہی ہے۔

اورکمال الدین ابنِ ہمام حنفی (المتوفی:861ھ) نے اصولِ فقہ سے متعلق اپنی مایہ ناز تالیف ’’التحریر ‘‘میں فرمایا:

مسألة :لا يرجع المقلد فيما قلد فيه اى عمل به اتفاقا.وهل يقلد غيره فى غيره؟المختار”نعم“للقطع بأنهم كانوا يستفتون مرة واحدا. ومرة غيره. غير ملتزمين مفتيا واحدا.

فلو التزم مذهبا معينا كأبى حنيفة أو الشافعى،فقيل يلزم،وقيل لا.

وقيل كمن لم يلتزم.إن عمل بحكم تقليدا لا يرجع عنه وفى غيره.له تقليد غيره.

وهو الغالب على الظن.لعدم ما يوجبه شرعا.

ويتخرج منه جواز اتباعه رخص المذاهب.ولا يمنع منه مانع شرعى، إذ للإنسان أن يسلك الأخف عليه إذا كان له إليه سبيل.بأن لم يكن عمل بآخرفيه.وكان صلى الله عليه وسلم يحب ما خفف عليهم (التحريرفى اصول الفقه،لابن الهمام،ص ۵۵۱،المقالة الثالثة فى الاجتهاد ومايتبعه من التقليد والافتاء، يجوز تقليد المفضول مع وجود الافضل،الناشر:مصطفٰى البابى،مصر،تاريخ طبع: ۱۳۵۱ هجرى)

ترجمہ: مسئلہ: مقلد اس عمل سے بالاتفاق رجوع نہیں کرسکتا،جس میں وہ تقلید،یعنی عمل

---

[1] إن وجد المستفتى أكثر من عالم، وكلهم عدل وأهل لفتيا، فقد ذهب جمهور الفقهاء إلى أن المستفتى بالخيار بينهم يسأل منهم من يشاء ويعمل بقوله، ولا يجب عليه أن يجتهد فى أعيانهم ليعلم أفضلهم علما فيسأله، بل له أن يسأل الأفضل إن شاء ، وإن شاء سأل المفضول مع وجود الفاضل، واحتجوا لذلك بعموم قول الله تعالى :(فاسألوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون)، وبأن الأولين كانوا يسألون الصحابة مع وجود أفاضلهم وأكابرهم وتمكنهم من سؤالهم.

وقال القفال وابن سريج والإسفرايينى من الشافعية :ليس له إلا سؤال الأعلم والأخذ بقوله(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۲، ص ۴۷،۴۸، مادة ”فتوى“)

www.idaraghufran.org

کر چکا ہے (کیونکہ وہ سابق عمل سے رجوع ہے) اور کیا اِس (عمل شدہ مسئلہ) کے علاوہ کسی دوسرے مسئلہ میں تقلید کرسکتا ہے؟ مختار قول یہ ہے کہ کرسکتا ہے، کیونکہ یہ بات یقینی طور پر ثابت ہے کہ سلف کبھی ایک سے، اور کبھی دوسرے سے استفتاء کیا کرتے تھے، وہ ہمیشہ ایک مفتی کا التزام نہیں کیا کرتے تھے۔

پھر اگر کسی نے مذہبِ معین کا التزام کرلیا، جیسا کہ ابوحنیفہ، یا شافعی وغیرہ کا، تو اس صورت میں ایک قول اس مذہب کے لازم ہونے کا، اور دوسرا قول لازم نہ ہونے کا ہے۔

اور تیسرا قول یہ ہے کہ اس کا حکم اس شخص کی طرح ہی ہے کہ جس نے التزام نہ کیا ہو، اگر وہ تقلید کرکے کسی حکم پر عمل پیرا ہو چکا، تو اس سے رجوع نہیں کرسکتا، اور اس کے علاوہ میں اس کے لیے دوسرے کی تقلید کرنا جائز ہے۔

اور ظن کے درجہ میں یہی غالب ہے، کیونکہ یہاں اس مذہب کو واجب کرنے والی کوئی شرعی چیز نہیں پائی گئی۔

اور اس راجح قول کی رُو سے مذاہب کی رخصتوں کی اتباع کا جواز بھی ثابت ہوتا ہے، اور مذاہب کی رخصتوں کی اتباع کے جواز سے کوئی شرعی مانع نہیں ہے، کیونکہ انسان کے لیے یہ بات جائز ہوتی ہے کہ وہ اس راستہ پر چلے، جو اس کے لیے خفیف ترین ہو، جبکہ اسے خفیف ترین راستہ میسر ہو، بایں طور کہ اس نے اس مسئلہ میں ابھی تک دوسرے مذہب پر عمل نہ کیا ہو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس چیز کو پسند فرمایا کرتے تھے، جو امت پر خفیف (اور آسان وسہل) ہوتی تھی (التحریر)

علامہ ابنِ عابدین شامی نے علامہ ابنِ ہمام کو حنفیہ کے اصحابِ ترجیح، یا مجتہدین میں سے ہونے کا ذکر کیا ہے۔ [1]

اور علامہ ابنِ ہمام نے اس مسئلہ کو امام ابوحنیفہ، امام محمد اور امام ابو یوسف کے اجماع سے اخذ کیا

---

[1] وقدمنا غير مرة أن الكمال من أهل الترجيح كما أفاده فى قضاء البحر، بل صرح بعض معاصريه بأنه من أهل الاجتهاد ولا سيما وقد أقره على ذلک فى البحر والنهر والمنح، ورمز المقدسى والشارح وهم أعيان المتأخرين فافهم(ردالمحتار، ج۳ص۶۸۸، كتاب العتق، باب التدبير)

www.idaraghufran.org

ہے، جو خیرالقرون کے دو اجماعوں سے موید ہے۔

علامہ ابنِ امیر حاج حنفی علامہ ابنِ ہمام کی ''التحریر'' کی شرح ''التقریر والتحبیر'' میں فرماتے ہیں کہ:

فمعلوم أنه لا يشترط أن يكون للمجتهد مذهب مدون وأنه لا يلزم أحدا أن يتمذهب بمذهب أحد الأئمة بحيث يأخذ بأقواله كلها ويدع أقوال غيره كما قدمناه بأبلغ من هذا.

ومن هنا قال القرافى انعقد الإجماع على أن من أسلم فله أن يقلد من شاء من العلماء بغير حجر، وأجمع الصحابة – رضى الله عنهم – أن من استفتى أبا بكر أو عمر وقلدهما فله أن يستفتى أبا هريرة ومعاذ بن جبل وغيرهما ويعمل بقولهما من غير نكير فمن ادعى دفع هذين الإجماعين فعليه الدليل (التقرير والتحرير فى علم الأصول،لابن أمير الحاج، ج٣،ص ٣٥٤، المقالة الثالثة فى الاجتهاد وما يتبعه من التقليد والإفتاء، مسألة لا يرجع المقلد فيما قلد المجتهد)

ترجمہ: یہ بات معلوم ہے کہ مجتہد کے لیے یہ بات شرط نہیں کہ اس کا مذہب، مدون ہو، اور نہ ہی کسی پر یہ بات لازم ہے کہ وہ ائمہ میں سے کسی کے مذہب کو اس طرح سے اختیار کرے کہ وہ اس کے تمام اقوال کو لے لے، اور دوسرے کے تمام اقوال کو چھوڑ دے، جیسا کہ ہم عمدہ طریقے پر پہلے بیان کر چکے ہیں۔

اوراسی وجہ سے علامہ قرافی نے فرمایا کہ اس بات پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ جو شخص اسلام لائے، تو اسے علماء میں سے، جس کی وہ چاہے، تقلید کرنا جائز ہے، اس میں کوئی تنگی نہیں، اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس بات پر بھی اجماع ہو چکا ہے کہ جو شخص ابو بکر، یا عمر رضی اللہ عنہما سے فتویٰ طلب کرے، اور ان کی تقلید کرے، تو اس کو ابو ہریرہ اور معاذ بن جبل وغیرہ سے فتویٰ لینا، اور ان کے قول پر عمل کرنا بلا کسی نکیر کے جائز ہے، پس جو شخص ان دو اجماعوں کے خلاف دعویٰ کرے، تو اس کے ذمہ دلیل لازم ہے (التقریر والتحبیر)

اور امیر بادشاہ حنفی (المتوفیٰ:972ھ) ''التحریر'' کی دوسری شرح ''تیسیر التحریر'' میں فرماتے ہیں:

www.idaraghufran.org

ثم جمهور العلماء على أنه لا يلزم على المقلد التمذهب بمذهب والأخذ برخصه وعزائمه وقيل في التزام ذلك طاعة لغير النبي صلى الله عليه وسلم في كل أمره ونهيه، وهو خلاف الإجماع (تيسير التحرير، لأمير بادشاه الحنفي، ج۴، ص۲۴۷، المقالة الثالثة في الاجتهاد وما يتبعه من التقليد والإفتاء، مسألة غير المجتهد المطلق يلزمه التقليد وإن كان مجتهدا في بعض مسائل الفقه)

ترجمہ: پھر جمہور علماء اس بات پر ہیں کہ مقلد(یعنی غیر مجتہد) پر کسی مذہب کی پابندی اس طرح لازم نہیں کہ اس مذہب کی رخصتوں اور عزیمتوں کو لینا واجب ہو، بلکہ اس کے التزام کے متعلق یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کی اس کے ہر امر اور نہی میں اطاعت پائی جاتی ہے، جو کہ اجماع کے خلاف ہے(تیسیر التحریر) (جاری ہے......)

شاہ ولی اللہ کے فقہی افکار (جلد اول)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی علمی و فقہی فکر اور مقام و فیضان پر کلام، برِ صغیر، پاک و ہند کے اہلِ مدارس واصحابِ علم کی شاہ ولی اللہ سے نسبت، اجتہاد و تقلید پر ''فکرِ ولی اللہ'' کا عادلانہ، منصفانہ اور غیر متعصّبانہ جائزہ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے اعتدال پر مبنی متعدد علمی و فقہی افکار و مناظر، اجتہاد کے انقطاع واستمرار، اجتہاد کے مراتب و درجات، ان کی تقسیم و تفریق، مجتہدِ مطلق و جزوی کی شرائط، مجتہد کے مصیب و مخطی، اور ماجور و ماخوذ ہونے کی بحث، جائز و ناجائز، حلال و حرام تقلید، ائمہ اربعہ کی تقلید، مذہبِ معین و تقلیدِ شخصی کا التزام، تلفیق، تتبعِ رخص، انتقالِ مذہب، اختیارِ اخف، اور قضائے قاضی وغیرہ کی بحث، وجوبِ مذہبِ معین و تقلیدِ شخصی کے موقف و مستدلات کا علمی و فقہی جائزہ۔

شاہ ولی اللہ کے فقہی افکار (جلد دوم)

شاہ ولی اللہ صاحب کی تصریحات و عبارات اور دیگر تائیدات کے تناظر میں، فروعی و فقہی مسائل میں ترجیح و تطبیق، اور افضل و غیر افضل کی بحث، امام ابنِ تیمیہ حنبلی کے بعض علمی و فقہی افکار و آراء کا معتدلانہ و منصفانہ جائزہ، ''تقلیدِ مطلق و تقلیدِ غیر شخصی'' اور ''مذہبِ معین و تقلیدِ شخصی'' پر علمی کلام، تلفیق، تتبعِ رخص، انتقالِ مذہب، اختیارِ اخف، وغیرہ کی علمی و فقہی تحقیق، اس سلسلہ میں پیش کردہ مستدلات و شبہات پر علمی و فقہی تبصرہ۔

مؤلف: مفتی محمد رضوان خان

www.idaraghufran.org

عبرت کدہ — مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَعِبۡرَۃً لِّاُولِی الۡاَبۡصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

واقعہ موسیٰ وہارون سے عبرت ونصیحت (آخری قسط:116)

حضرت موسیٰ علیہ السلام، بنی اسرائیل، فرعون اور اس کی قوم کی یہ طویل تاریخی داستان، ایک قصہ اور حکایت نہیں، بلکہ یہ حق وباطل کے معرکے، ظلم وعدل کی جنگ، آزادی وغلامی کی کشمکش، مجبور وپست لوگوں کی سربلندی اور جابر وظالم کی پستی وہلاکت، حق کی کامرانی اور باطل کی ذلت ورسوائی، صبر وابتلاء اور شکر واحسان کے مظاہر، اور ناشکری کے برے نتائج سے لبریز ایسی پرمغز داستان ہے، جس کی آغوش میں بے شمار عبرتیں اور ان گنت بصیرتیں پوشیدہ ہیں، اور ہر صاحبِ ذوق کو دعوتِ فکر دیتی ہے۔

(1)...... اگر انسان کو کوئی مصیبت اور ابتلاء پیش آجائے، تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ''صبر ورضا'' کے ساتھ، اس کا مقابلہ کرے، اگر وہ ایسا کرے گا، تو اس کو عظیم خیر حاصل ہوگی، اور وہ یقیناً کامیاب ہوگا، حضرت موسیٰ اور فرعون کی پوری داستان، اس کی زندہ شہادت ہے۔

(2)...... جو شخص اپنے معاملات میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتا ہے، اور خلوصِ دل کے ساتھ اسی کی طرف رجوع کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی مشکلات کو ضرور آسان فرمادیتا ہے، اور اس کے مصائب کو نجات اور کامرانی کے ساتھ بدل دیتا ہے، حضرت موسیٰ کا قبطی کو مارنا، پھر ایک مصری کا سازش پر مطلع کرنا، اور پھر مدین جانا، اور وحیِ الٰہی سے مشرف ہونا، اور رسالت کے جلیل القدر منصب پر سرفراز ہونا، اس کی واضح شہادتیں ہیں۔

(3)...... جب کوئی انسان، حق کے ساتھ محبت کی انتہاء پر پہنچ جاتا ہے، تو اس کے لیے باطل کی بڑی سے بڑی طاقت بھی کوئی معنیٰ نہیں رکھتی، چنانچہ حضرت موسیٰ اور فرعون کے درمیان مادی طاقت کے پیشِ نظر کیا نسبت ہے، ایک طرف ایک مجبور وبے یار ومددگار شخصیت، اور دوسری طرف غرور

www.idaraghufran.org

وتکبر سے معمور شخص، اور جب فرعون نے بھرے دربار میں حضرت موسیٰ سے کہا کہ ”میں تم کو جادوگر سمجھتا ہوں“ تو موسیٰ علیہ السلام نے بھی بے دھڑک جواب دیا کہ ”میں تجھے کو بلاشبہ ہلاک شدہ سمجھتا ہوں“

(4)...... اگر کوئی اللہ کا بندہ، حق کی نصرت وحمایت کے لیے کھڑا ہو جاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ دشمنوں اور باطل سے ہی اس کے لیے معین ومددگار پیدا فرما دیتا ہے، چنانچہ جب فرعون اور اس کے درباریوں نے حضرت موسیٰ کے قتل کا فیصلہ کر دیا، تو ان ہی میں ایک نے حضرت موسیٰ کو اطلاع دی، اور ان کو مصر سے نکلنے کا مشورہ دیا، جو آگے چل کر حضرت موسیٰ کی عظیم الشان کامیابیوں کا سبب بنا۔

(5)...... اگر کوئی شخص ایک بار ایمانی لذت سے لطف اندوز ہو جائے، اور صدقِ دل سے اس کو قبول کر لے، تو اس کے ہر ریشۂ جان سے حق کی صدا نکلنے لگتی ہے، چنانچہ حضرت موسیٰ سے مقابلہ کے وقت جو جادوگر کچھ وقت پہلے، فرعون کی زبردست طاقت سے مرعوب تھے، اور اس کے ہر حکم کی تعمیل کو ضروری سمجھتے تھے، اور فرعون سے معاوضہ کے طالب تھے، لیکن تھوڑی دیر بعد وہ حضرت موسیٰ کے دست مبارک پر ایمان قبول کر رہے تھے، اور فرعون کی سخت سے سخت دھمکیوں اور جابرانہ عذاب کا جوانمردی سے مقابلہ کرتے نظر آ رہے تھے۔

(6)...... صبر کا پھل ہمیشہ میٹھا ہوتا ہے، خواہ اس پھل کے حاصل ہونے میں کتنی ہی تلخیاں برداشت کرنی پڑیں، مگر جب وہ پھل لگتا ہے، تو میٹھا ہی ہوتا ہے، بنی اسرائیل، مصر میں عرصہ تک بے چارگی، غلامی اور پریشان حالی میں بسر کرتے رہے، اور نرینہ اولاد کے قتل، اور لڑکیوں کی باندیاں بننے کی ذلت ورسوائی کو برداشت کرتے رہے، مگر آخر کار وہ وقت آ ہی گیا، جب ان کو صبر کا میٹھا پھل حاصل ہوا، اور فرعون کی تباہی نے ان کے لیے ہر قسم کی کامیابیوں وکامرانیوں کی راہیں کھول دیں۔

(7)...... باطل کی طاقت کتنی ہی زبردست اور شان وشوکت والی کیوں نہ ہو، انجام کار اس کو ناکامی ونامرادی دیکھنا پڑتی ہے، اور آخری انجام میں کامرانی وکامیابی کا سہرا، نیکوکاروں اور باہمت لوگوں ہی کے لیے ہوتا ہے۔

(8)...... یہ اللہ کی عادت وطریقہ ہے کہ جابر وظالم قومیں، جن قوموں کو ذلیل اور حقیر سمجھتی ہیں، ایک

www.idaraghufran.org

دن آتا ہے کہ وہی ضعیف اور کمزور قومیں، اللہ کی زمین کی وارث اور حکومت واقتدار کی مالک ہوجاتی ہیں، اور ظالم قوموں کا اقتدار، خاک میں مل جاتا ہے۔

(9)...... طاقت وحکومت اور دولت وثروت میں سرشار جماعتوں کا ہمیشہ سے یہ شعار رہا ہے کہ سب سے پہلے وہی ''دعوتِ حق'' کے مقابلہ میں نبرد آزما ہوتی ہیں، مگر قوموں کی تاریخ یہ بھی بتلاتی ہے کہ ہمیشہ حق کے مقابلہ میں ان کو شکست ہوتی ہے، اور انجام کار ان کو ناکامی ونامرادی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے، چنانچہ حضرت موسیٰ کا واقعہ اس بات کا شاہد ہے کہ تمام انبیاء کی دعوتِ حق اور مخالف طاقتوں کی مخالفت کا انجام، تاریخی شہادت بن کر انسانوں کے لیے درسِ عبرت ہے۔

(10)...... یہ بہت بڑی گمراہی کی بات ہے کہ انسان کو جب حق کی بدولت کامرانی وکامیابی حاصل ہوجائے، تو اللہ کے شکر اور اس کی عبدیت کے بجائے، مخالفینِ حق کی طرح غفلت وسرکشی میں مبتلا ہوجائے، بنی اسرائیل کی داستان کا وہ حصہ، جو فرعون سے نجات پاکر، دریا کو عبور کرنے کے بعد سے شروع ہوتا ہے، وہ اسی گمراہی سے معمور ہے۔

(ماخوذاز:''قصص القرآن للسیوہاروی، ج۱، بتغیر)

قربِ قیامت وفتنوں کا ظہور (جلد اول)

قیامت سے پہلے اور اس کے قریب واقع ہونے والی علامات اور فتنوں کے متعلق، قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں تفصیلات وتشریحات اور ہدایات، قیامت کی بعیدی، قریبی اور متوسط علامات پر مفصل ومدلل کلام، معتبر وغیر معتبر احادیث وروایات کی نشاندہی اور فتنوں سے حفاظت کی تحقیق
قربِ قیامت وفتنوں سے متعلق مفصل ومدلل کتاب

قربِ قیامت وفتنوں کا ظہور (جلد دوم)

قیامت سے پہلے اور اس کے قریب واقع ہونے والی علامات اور فتنوں کے متعلق قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں تفصیلات وتشریحات وہدایات، قیامت کی بعیدی، قریبی اور متوسط علامات پر مفصل ومدلل کلام، معتبر وغیر معتبر احادیث وروایات کی نشاندہی اور فتنوں سے حفاظت کی تحقیق
قربِ قیامت وفتنوں سے متعلق مفصل ومدلل کتاب

مؤلف: مفتی محمد رضوان خان

طب وصحت

حکیم مفتی محمد ناصر

زبان (Tongue) کے افعال اور اس کے امراض

زبان انسانی جسم کا ایک نہایت اہم عضلہ اور حصہ ہے، زبان نہ صرف بولنے اور چکھنے میں مدد دیتی ہے بلکہ خوراک کو ہضم کرنے کے ابتدائی عمل میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہے۔

خوراک کو ہضم کرنے کا عمل منہ سے شروع ہوتا ہے اور زبان اس عمل کا ایک بنیادی حصہ ہے۔

زبان سے چکھنے (Taste) کا عمل: زبان پر موجود ذائقہ محسوس کرنے والے چھوٹے چھوٹے خلیے (Taste buds) خوراک کا ذائقہ پہچانتے ہیں، جو کہ نہ صرف کھانے میں رغبت پیدا کرتے ہیں بلکہ معدے کو بھی ہضم کرنے کے لئے تیار کرتے ہیں، اور اس طرح زبان ذائقے کی شناخت سے ہضم کے لیے معدہ کو تیاری کرواتی ہے۔

خوراک کو چبانے اور لقمہ بنانے میں مدد: زبان خوراک کو دانتوں کی طرف دھکیلتی ہے تاکہ خوراک اچھی طرح چبائی جا سکے، پھر یہ چبائی ہوئی خوراک کو لعاب کے ساتھ ملا کر نرم لقمہ (Bolus) بناتی ہے جو نگلنے میں آسان ہوتا ہے۔

نگلنے (Swallowing) میں زبان کا کردار: زبان لقمہ کو حلق (Pharynx) کی طرف دھکیلتی ہے، جہاں سے لقمہ خوراک کی نالی (Esophagus) میں داخل ہوتا ہے۔

زبان کے ذریعہ لعابِ دہن کی تحریک: زبان کی حرکت اور ذائقے کی پہچان لعاب بنانے والے غدود (Salivary glands) کو تحریک دیتی ہے، اور لعاب خوراک کو نرم کر کے اسے نگلنے اور ہضم کرنے میں مدد دیتا ہے۔

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ زبان نہ صرف ذائقہ محسوس کرتی ہے بلکہ خوراک کو چبانے، لقمہ بنانے، لعاب کے ساتھ ملانے اور نگلنے میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے، اس لیے زبان کا صحت مند ہونا خوراک کے بہتر ہضم کے لیے بہت ضروری ہے۔ اگر زبان میں کسی قسم کی بیماری مثلاً سوزش، ورم یا کوئی دوسری بیماری یا شکایت ہو تو خوراک کے ہضم کا عمل متاثر ہو سکتا ہے۔

www.idaraghufran.org

زبان کے امراض مختلف قسم کے ہوتے ہیں، مثلاً زبان کی سوزش (Glossitis/ Inflammation)، زبان کی سوجن (GeneralSwelling)، زبان کا ورم (Swelling/Edema) زبان کی جلن، زبان کا پھٹنا (شقاق اللسان، Fissures of the tongue)، زبان سے ذائقہ یا چیزوں کا مزہ اور لذت محسوس نہ ہونا، یا ذائقہ خراب ہونا، زبان کی لکنت (Stuttering) یا زبان کا ہکلا پن، یعنی اٹک اٹک کر اور ہکلا کر بولنا، زبان پر چھالے یا زخم (Stomatitis Ulcers/Aphthous) زبان کی حرکت میں دشواری (Ankyloglossia TongueTie/) زبان کا کینسر (TongueCancer)۔

ذیل میں زبان کے امراض کی مذکورہ اقسام کی تفصیل درج کی جارہی ہے۔

زبان کی سوزش، سوجن اور ورم

زبان کی سوزش (Glossitis/Inflammation)، سوجن (GeneralSwelling) اور ورم (Pathological Swelling/ Edema) تینوں امراض ایک دوسرے سے قریب قریب ضرور ہیں، لیکن طبی اعتبار سے یہ تینوں الگ الگ کیفیتیں ہیں، اس مرض میں کبھی زبان کا تھوڑا سا حصہ اور بعض مرتبہ پوری زبان ورم زدہ ہو کر سخت تکلیف کا شکار ہو جاتی ہے۔

زبان کے اس مرض کے مختلف اسباب ہو سکتے ہیں، معدے اور آنتوں کے ہضم کی خرابی، کبھی شدید بخار کا ہونا، دانتوں کی کوئی بیماری یا تیز مرچ مصالحہ دار غذا استعمال کرنا۔ علاج میں سب سے پہلے مرض کے سبب کی تلاش کرنا ہے، اور اس کے بعد سبب کو معلوم کر کے اس کو دُور کرنا ہے۔

زبان کی سوزش (Glossitis): زبان کی سوزش، زبان کے خلیوں کی جلن یا ردِ عمل کا نام ہے، یہ ایک ایسی حالت ہے جس میں زبان سرخ، نرم اور دردناک ہو جاتی ہے، یہ کیفیت دانتوں کی ناقص صفائی، یا انفیکشن، الرجی، آئرن یا وٹامن B12 کی کمی کی وجہ سے ہو سکتی ہے، سوزش کی صورت میں مریض کو چبانے یا نگلنے میں تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ ﴿بقیہ صفحہ ۵۹ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اخبارِادارہ

مفتی محمد ناصر

ادارہ کے شب وروز

☐......13/محرم الحرام، بروز بدھ مولانا مفتی سعد اللہ صاحب، کوئٹہ سے، ادارہ میں تشریف لائے، مفتی صاحب مدیر سے ملاقات اور علمی گفتگو ہوئی، ادارہ میں ایک رات کے قیام کے بعد اگلے دن موصوف ادارہ سے رخصت ہو گئے۔

☐......17/محرم الحرام، بروز اتوار طالبِ علم حافظ محمد علی بن محمد صدیق کی تکمیلِ حفظِ قرآن کے موقعہ پر مسجد غفران میں دعائیہ تقریب ہوئی، اور 23/محرم الحرام، بروز ہفتہ بندہ محمد ناصر کے بیٹے حافظ محمد ہادی کی تکمیلِ حفظِ قرآن کے موقعہ پر مسجد غفران میں دعائیہ تقریب ہوئی، اساتذۂ کرام کے علاوہ قریبی اعزہ واقرباء شریک ہوئے، اللہ تعالیٰ حفاظ کرام کو تاحیات قرآن مجید کے ساتھ وابستگی نصیب فرمائے۔ آمین

☐......22/محرم الحرام، بروز جمعہ، بعد نمازِ جمعہ، مفتی صاحب مدیر کے ایک قدیمی متعلق جناب ناصر صاحب، محلّہ قاسم آباد کی بھانجی صاحبہ کا بندہ نے ان کی رہائش گاہ میں نکاحِ مسنون پڑھایا۔

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۵۸ ”زبان(Tongue) کے افعال اوراس کے امراض“﴾

زبان کی سوجن(Swelling): زبان کی سوجن ظاہری طور پر زبان کا پھولنا ہے، اور زبان کے حجم میں اضافہ ہونا ہے، زبان کی سوجن میں زبان بھاری محسوس ہوتی ہے، زبان کی یہ حالت عارضی بھی ہوسکتی ہے، اور اگر مناسب علاج نہ ہو، تو لمبی اور دیر تک بھی رہ سکتی ہے، عام طور پر زبان کی سوجن مرچ مصالحہ دار غذا، چوٹ، الرجی، یا دانتوں کی تکلیف کے باعث ہوسکتی ہے۔

زبان کا ورم(Edema of the tongue): زبان کا ورم وہ کیفیت ہے جس میں زبان کی بافتوں (Tissue) میں غیر ضروری سیال جمع ہو جاتا ہے، اور عام طور پر زبان کی عضلاتی اور مخاطی بافتوں کے درمیان یا اندر غیر ضروری مقدار میں رطوبت یا سیال جمع ہو جاتا ہے، اور اس سے زبان ضرورت سے زیادہ پھول جاتی ہے، یہ مرض کی علامت ہے، یہ حالت الرجی، دل یا گردے کی خرابی، یا بعض دوائیوں کے ری ایکشن سے پیدا ہوسکتی ہے، ورم شدید صورت اختیار کرے تو سانس لینے میں بھی دقت ہوسکتی ہے، جو فوری طبی امداد کا تقاضا کرتی ہے۔

www.idaraghufran.org